# کفیلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

www.KitaboSunnat.com

تایا ابوطاہر زبیر بن عبدالمطلب

یا

چچا ابوطالب عبدمناف بن عبدالمطلب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

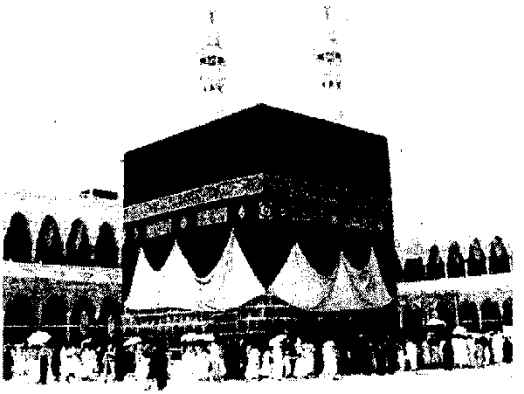

# کفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تایا ابو طاہر زبیر بن عبد المطلب

یا

چچا ابو طالب عبد مناف بن عبد المطلب

تحریر: غلام نبی مسلم ایم اے

شعبہ نشر و اشاعت، الاحباب لاہور ڈویژن



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# پیش لفظ

جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم صاحب شعبہ تاریخ جامعہ پنجاب لاہور

یہ اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بدقسمتی ہے کہ خیر القرون کی تاریخ کے بتیس میں سے اکتیس مؤرخ یا تو مجوسی النسل عجمی ہیں یا وہ سبائی پروپیگنڈا سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان بدنہادوں نے ایک گہری سازش کے تحت حقائق کو مسخ کر کے اس دور کے قدسی صفات مسلمانوں کو خواہ مخواہ بدنام کیا ہے۔ جن لوگوں نے اسلام کی ترویج واشاعت میں تن من دھن کی بازی لگادی تھی۔ ان کے نام تاریخ کے صفحات سے محو کر کے ان کی جگہ اپنے ممدوحین کے نام درج کر دیئے ہیں۔

امام بخاریؒ، امام سہیلی، ابن کثیر، ابن عبدالبر اور ابن اثیر اس پر گواہ ہیں کہ غزوۂ خیبر میں مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ نے قتل کیا تھا لیکن ہماری نصابی کتابوں میں حضرت علیؓ کو مرحب کا قاتل بتایا گیا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرتؐ کے نواسے سیدنا علی بن ابوالعاصؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوش مبارک پر چڑھ کر کعبے کے بت توڑے تھے لیکن سبائیوں نے ان کا یہ عظیم کارنامہ بھی حضرت علیؓ کے کھاتے میں ڈال دیا۔ حضورؐ کی کفالت آپؐ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب نے کی لیکن سبائیوں نے بڑی ہوشیاری سے ابوطالب بن عبدمناف کو آنحضرتؐ کا کفیل بنا دیا حالانکہ آپؐ خود ابوطالب اور ان کی اولاد کے کفیل رہے ہیں۔

الحمدللہ! اب کچھ عرصے سے عجمی اور سبائی پروپیگنڈا کے بادل چھٹنے لگے ہیں اور حقیقت نکھر کر سامنے آنے لگی ہیں۔ جناب غلام نبی مسلم "نے کفیل محمدؐ" کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے جسے میری استدعا پر تحریک اسلامی پاکستان (گوجرانوالہ) نے شائع کرنا منظور کر لیا میں تحریک اسلامی پاکستان کے کارکنوں اور خصوصاً اس کے سربراہ پروفیسر عثمان خالد یورش کا صمیم قلب سے ممنون ہوں کہ انہوں نے تاریخ اسلام سے کذب بیانی اور گندگی دور کرنے میں ہمارے ساتھ مکمل تعاون فرمایا ہے۔ فجزھم اللہ احسن الجزء۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# کفیل محمد ﷺ

## ابو طاہر زُبیر بن عبدالمُطلّب. یا. ابو طالب عبدمناف بن عبدالمُطّلب جناب زُبیر بن عبدالمُطّلب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جناب عبداللہ کے بڑے اور سگے بھائی اور حضور پرنورؐ کے سگے تایا تھے۔ مکہ کے مشہور تاجر، بلند پایہ شاعر اور فصیح البیان خطیب تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داوا جناب عبدالمطلب کو مدینہ سے جناب عبداللہ کی شدید علالت کی خبر ملی تو انہوں نے جناب زبیر ہی کو ان کی تیمارداری اور خبر گیری کے لیے بھیجا تھا نا بنیا ہونے کی وجہ سے عبدالمطلب نے خاندان کی تمام ذمہ داریاں بھی زبیر ہی کو سونپ رکھی تھیں۔ اپنے بعد اپنے عہدناموں کی تکمیل بھی زبیر ہی کے سپرد کی۔ مرتے وقت زبیر ہی کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا۔ تجارتی سفروں میں جناب زبیر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

حرب فجار میں زبیر ہی بنی ہاشم کے سردار تھے۔ اور ان کی سرکردگی میں آنحضرتؐ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ جنگ کے بعد حلف الفضول کی تجویز تحریر اور تکمیل میں انہوں نے ہی بنی ہاشم کی نمائندگی کی۔ اور محبت اور فراست کی بناء پر خاندان میں سے صرف اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاہدے میں ساتھ رکھا۔ جناب زبیر کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۳۵/۳۴ سال تھی۔ گویا کامیاب تاجر اور شادی شدہ ہونے کی وجہ سے آپؐ تایا زبیر کی وفات کے بعد کسی دوسرے چچا کی کفالت اور تربیت کے محتاج اور حاجت مند نہ تھے عقائد کے لحاظ سے یہ زبیر دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ توحید پر ایمان رکھتے تھے۔ قیامت اور جزاوسزا کے قائل تھے۔

اور اعلیٰ اخلاقی قدروں پر یقین رکھتے تھے۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## جناب ابوطالب عبدمناف بن عبدالمطلب

آنحضرتؐ کے والد ماجد جناب عبداللہ کے سگے چھوٹے بھائی اور آنحضرت ﷺ کے سگے چچا تھے۔ پیدائشی یا بچپن ہی سے لنگڑے اور اپاہج تھے۔ اپاہج اور معذور ہونے کی وجہ سے کسی کاروبار کے کماحقہ، اہل نہیں تھے اس لیے زندگی بھران کی مالی حالت خراب رہی اور غربت میں بسر اوقات ہوئی۔ بتوں کے چڑھاوے یا مقامی طور پر معمولی کاروبار سے نان جویں حاصل کرتے رہے۔ یا خوشحال اعزہ ان کی دستگیری کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھران کی مالی مدد کرتے رہے۔ چنانچہ ابوطالب کے دو فرزندوں جعفر اور علی کی پرورش علی الترتیب جناب عباس اور آنحضرتؐ نے فرمائی۔ غربت اور معذوری کی وجہ سے تاریخ میں ان کی ذاتی بڑائی کا کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ عقیدے کے لحاظ سے عبدمناف مشرک تھے۔ ان کا نام عبدمناف (مناف بت کا پجاری) ایک بُت مناف کے نام پر رکھا گیا۔ یہ نام مرتے دم تک رہا، جوان کے مشرک ہونے پر سند ہے۔ دین کے سلسلے میں تادم مرگ وہ آنحضرتؐ کے مخالف رہے۔ پھران کی تربیت اور اثر کے ماتحت ان کے دو بڑے فرزند طالب اور عقیل مشرک رہے۔ اور جنگ بدر میں اپنے محسن چچازاد بھائی آنحضرتؐ کے خلاف لڑے۔ اس جنگ میں طالب تو جہنم رسید ہوا اور عقیل قید، جو آخر فتح مکہ کے بعد اسلام لایا۔

### دعوت فکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تایا زبیر اور چچا عبدمناف کے مختصر سے کوائف پیش خدمت ہیں۔ اہل فکر ونظر اور حق پسند غیر متعصب دوست بتائیں کہ قریش کے دستور اور عقل وخرد کی روشنی میں جناب عبداللہ کے دُرِیتیم حضرت محمد ﷺ کی کفالت کا کون زیادہ مستحق تھا اور آپ کے جہاں دیدہ دادا عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کس فرزند کو سونپی ہوگی؟ ان سطور کا مقصد ایک تاریخی غلط بیانی یا غلط فہمی کی اصلاح ہے کسی



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی عقیدے کا ذکر نہیں۔ اس لیے قارئین کرام ان پر اس پہلو سے نظر ڈالیں۔

ذیل میں ہم قرآن وتاریخ کی روشنی میں اس اجمال کی تفصیل پیش کرتے ہیں اور اس امر کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے سنِ بلوغت تک آپ کا کفیل ومربی کون تھا۔ اور آپ کس کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھ کر اپنے خاندان، قبیلہ، شہر اور معززین عرب میں مکرم ومحترم ہوئے۔

## عبدالمطلب کے فرزند

دورِ اوّل کی کتاب طبقات ابن سعد جلد اوّل میں مذکور ہے کہ جناب عبدالمطلب کے دس ۱۰ فرزند تھے۔ سب سے بڑے فرزند حارث تھے جو باپ کی حیات میں فوت ہو گئے۔ حارث کے نام سے عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث تھی۔ دوسری بیوی فاطمہ مخزومیہ کے بطن سے تین فرزند علی الترتیب زبیر عبداللہ اور عبدمناف (ابوطالب) اور چھ بیٹیاں تھیں۔ اس طرح حارث کے بعد جناب زبیر سب سے بڑے فرزند تھے۔ اور زبیر کے بعد جناب عبداللہ باقی سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ اور یہ ایک تاریخی جھوٹ ہے کہ عبداللہ سب بھائیوں سے کم عمر تھے۔

جناب زبیر تاجر تھے۔ دولت مند تھے۔ نہایت اچھے شاعر وخطیب تھے۔ قوم میں معزز تھے۔ بُت پرستی سے متنفر تھے۔ بنی ہاشم کے سردار تھے۔ اور جناب عبدالمطلب نے وفات کے وقت انہیں ہی اپنا وصی قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ حیات رہے خاندان کی سرداری میں عبدمناف یا کسی دوسرے بھائی کا ذکر نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں عبدمناف اپانچ تھے، کثیر العیال اور قلیل المال تھے۔ اس لیے وہ باپ کی نظروں میں ایسے نہ تھے کہ کسی ترجیحی سلوک کے مستحق ہوتے۔ پس عبدالمطلب کا جب وقت رحلت قریب آیا تو انہوں نے تمام خاندان کے سامنے اپنے بڑے فرزند زبیر کو اپنا وصی قرار دیا۔ اخبار النبی جلد اوّل مطبوعہ نفیس اکاڈمی کراچی کا مصنف ابن سعد لکھتا ہے۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔زبیر ایک شریف شاعر تھے۔عبدالمطلب نے انہی کو وصیت کی تھی۔(۱۴۵)

۲۔اس سے قبل جب عبدالمطلب نے بنی خزاعہ سے باہمی حمایت کا عہد باندھا۔ تو ''عبدالمطلب نے اپنے بیٹے زبیر بن عبدالمطلب کو اس عہد و پیمان کی وصیت کی پھر زبیر نے ابوطالب سے اور انہوں نے یہی وصیت عباس بن عبدالمطلب سے کی تھی۔(اخبار النبی جلد اوّل ۱۴۴) اس کے علاوہ انساب الاشراف میں بلاذری نے اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے یہی وہ عہد تھا جس کا حوالہ دے کر بنی خزاعہ کے سردار بدیل نے ۸ھ میں آنحضرتؐ سے قریش کے خلاف مدد طلب کی تھی۔اور آپؐ نے لبیک کہا تھا۔

۳۔''طراز المذہب مظفری'' کا مصنف عباس قلی خان حضرت زینب بنت علیؓ کے سوانح حیات کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ:۔

''بنی تمیم کا ایک فرد کسی حاجت کے لیے مکہ آیا۔اس کی حرب بن امیہ سے دشمنی تھی اور پوچھا کہ یہاں سردار کون ہے۔لوگوں نے بتایا کہ عبدالمطلب بن ہاشم قوم کے سردار اور سعید ہیں۔اس نے پوچھا کہ ان کے سوا کون ہے۔لوگوں نے کہا کہ ان کے فرزند زبیر، پس وہ زبیر کے دولت کدہ پر پہنچا اور دروازہ پر دستک دی۔زبیر تیزی سے باہر آئے اور اسے دیکھ کر فرمایا۔''اگر تم پناہ کے طالب ہو تو ہم نے تمہیں پناہ دی۔اور اگر مہمان بننا چاہتے ہو تو ہم نے تمہیں مہمان کیا''۔اگلے دن وہ تمیمی خانہ کعبہ گیا حرب بن اُمیہ نے پہچان لیا اور اسے پکڑنا چاہا اتنے میں زبیر بھائیوں کے ہمراہ تلوار لیے وہاں پہنچ گئے حرب نے بھاگ کر عبدالمطلب کے ہاں پناہ لی عبدالمطلب نے اسے تسلی دے کر جانے کو کہا، تو حرب چلا اٹھا جاؤں کیسے تمہارے بیٹوں میں سے سات بیٹے شمشیر بکف دروازے پر جمع ہیں عبدالمطلب نے انہیں اپنی چادر اوڑھا دی (گویا کہ پناہ دی پھر وہ نکل گیا اور زبیر اور ان کے بھائی منتشر ہو گئے۔''(۶۱۱) اس روایت سے بھی واضح ہے کہ عبدالمطلب کے بعد زبیر ہی کو خاندان کی سیادت حاصل تھی حارث اور عبداللہ کے انتقال



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد عبدالمطلب کے ۸ بیٹے حیات تھے۔ یہاں صرف سات کا ذکر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابوطالب لنگڑا ہونے کی وجہ سے ایسی مہمات میں شرکت سے معذور تھے۔

۴۔ عبدالمطلب کی وفات کے آٹھ دس سال بعد حرب فجار ہوئی۔ اس لڑائی میں بنی ہاشم کے سردار زبیر تھے ابوطالب عبدالمناف نہ تھے۔ آں حضرتؐ نے خود اس میں شرکت کی اور جنگ کے بعد عہد نامہ ''حلف الفضول'' میں تایا زبیر کے ہمراہ شریک ہوئے حرب فجار اور حلف الفضول کے ذکر میں بھی ابوطالب کا نام نہیں ملتا۔ اور وجہ ظاہر ہے۔

۵۔ بعد کے مورخوں نے بھی جناب زبیر کے وصایت اور سیادت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ للعالمین جلد دوم ۸۱ پر لکھتے ہیں:۔

''آنحضرت صلعم ۳۴ سال کے تھے جب زبیر عم النبی کا انتقال ہوا۔ حلف الفضول کے قیام میں انہوں نے بہت سعی کی تھی۔ اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ زبیر شاعر فصیح البیان تھے۔ اپنے والد کے وصی تھے۔ ان کے فرزند عبداللہؓ اور دو بیٹیاں ضاعہ اور ام حکیم صحابی ہیں۔

## کفالت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

زبیر بن عبدالمطلب کے بارے میں شیعہ مؤلف ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغت جلد ۳۔ ۴۵۵ میں لکھتا ہے:۔

''زبیر بن عبدالمطلب بہادر و شجاع تھے، خوبصورت و باوجاہت تھے، خطیب و شاعر تھے، نیز سردار و سخی تھے۔''

تعجب ہے کہ ان اوصاف کی موجودگی میں خاندان ہاشم کے اس چشم و چراغ کی عظمت کو چھپا دیا گیا ہے اور اس کے برعکس ابوطالب عبدمناف کو اچھالا گیا ہے اور سبائی مصلحتوں کے ماتحت اس قدر اچھالا گیا ہے جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ چنانچہ زبیر کے مقابل ابوطالب کی مفلوک الحالی، تنگ دستی اور مقابلتاً گمنامی کا ذکر اکثر شیعہ اور اہل



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السنت ہر دو مؤرخین نے کیا ہے۔ جیسا کہ نہج البلاغۃ کا شیعی شارح ابن ابی الحدید لکھتا ہے:

۱۔ ابوطالب کو مال کی ایسی قلت تھی کہ اہل وعیال ان کے سب مل کر کھانا کھاتے یا جدا جدا، کسی کا پیٹ نہ بھرتا اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کھانا تناول کرتے تو سب شکم سیر ہو جاتے۔ (نہج البلاغۃ جلد ۳ ص ۲۶۱، سیرۃ حلبیہ ص ۱۲۸)

۲۔ حالت یہ تھی کہ ابوطالب کے عیال واطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ، کسی طرح بھی کھانا کھاتے، مگر سیر و آسودہ نہ ہوتے، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں شریک ہوتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔ (اخبار النبی طبقات ابن سعد جلد اول)

۳۔ ابوطالب جیسے قلیل المال اور کثیر العیال شخص پر ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ جب آپ اس بات پر مجبور ہوئے کہ اپنے بھتیجے کو کسی عمل پر متعین کریں تا کہ اس سے کچھ کسب کیا جائے اور اس طرح ضروریات زندگی پوری کی جائیں۔ (ابوطالب مومن قریش، ص ۱۲۹)

ان مورخوں کے مطابق ابوطالب کی مفلسی اور بے کاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے لڑکوں میں سے کوئی تاجر یا صاحبِ ثروت نہ تھا۔ اور اگر آنحضرتؐ ان کی یاوری اور دستگیری نہ فرماتے تو یہ کنبہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ البتہ اس کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ عبدمناف کے اپنے لڑکے تو تنکا سیدھا کئے بغیر کھاتے رہے مگر آنحضرتؐ سے کبھی تو بکریاں چروائیں اور کبھی دوسروں کے اُجرت پر مویشی، اور بالآخر انہیں خدیجہؓ کا ایجنٹ بنا کر عبدمناف نے اپنے خاندان کو پالا اور عمر بھر کمائی کھائی، عبدمناف کی اس ناداری اور محتاجی کے اثرات دیر تک اس خاندان میں رہے اور انہوں نے حصولِ دولت کے ساتھ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھوتہ کیا جس پر تاریخ گواہ ہے۔

## آنحضرت ﷺ کی کفالت

پھر غور کیجئے کہ بڑے تایا زبیر تاجر، دولتمند، معزز، شریف و وصی ہونے اور توحید الٰہی اور آخرت پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے اپنے والد عبدالمطلب اور خود اللہ تعالیٰ کی نظر میں آنحضرتؐ کے کفیل ہونے کے مستحق تھے نہ کہ زبیر سے چھوٹے، اپاہج، فاقہ کش، کم مرتبہ اور بت پرست مشرک چچا ابوطالب عبد مناف۔ جنہوں نے زندگی بھر بُت پرستی کی۔ جن کا نام ہی مناف بُت کے نام پر مرتے دم تک عبد مناف رہا۔ جن کی تربیت کے زیر اثر دونو بڑے فرزند طالب اور عقیل مشرک اور دشمن اسلام رہے۔ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ بدر میں لڑے طالب مارا گیا۔ عقیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد آپ کا مکان بیچ کھایا۔ اور فتح مکہ کے بعد ایمان نصیب ہوا اور سات چچوں میں صرف ایک حضرت حمزہؓ ایمان لائے۔

زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت کے ضمن میں علامہ بلاذری اپنی معروف تصنیف انساب الاشراف میں لکھتے ہیں:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی زبیر کے پاس رہنا پسند فرمایا۔ وہی آپ کے چچوں میں زیادہ شفیق تھے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے زبیر ہی کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد تم ہی اس کی کفالت کرنا۔ (جلد اوّل ۸۵)

## اللہ تعالیٰ کی شہادت

زبیر نے آمنہ کے لعل، عبداللہ کے وُرِ یتیم کی تربیت اور کفالت کا حق جس شفقت سے ادا کیا اس کا ذکر چند سطور بعد آتا ہے۔ یہاں ہم آپ کی ابتدائی زندگی، نگرانی اور پرورش سے متعلق اللہ تعالیٰ کے کلام سے شہادت پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد الٰہی ہے:۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی o وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی o وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی (الضحیٰ:۸)

ترجمہ:۔ کیا ہم نے تجھے یتیم نہ پایا اور پناہ دی، اور تجھے ہدایت کا حاجت مند پایا تو ہدایت دی اور تجھے ضرورت مند پایا تو بے نیاز کر دیا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ پر سہ گونہ نوازشات کا ذکر فرمایا ہے:۔

۱۔ یتیمی کا احساس نہ ہونے دیا اور اس کے بُرے اثرات سے حفاظت فرمائی۔

۲۔ مکہ کے مشرکانہ گمراہ کن ماحول میں راہ ہدایت پر قائم رکھا۔ اور

۳۔ تنگ دستی اور محتاجی کا سایہ نہ پڑنے دیا۔

ان آیات کا یہ مفہوم ہرگز درست نہیں کہ پہلے تو ان کمزوریوں میں مبتلا کر دیا۔ اور پھر مدت بعد ان سے بچاؤ کے اسباب پیدا کر دیئے۔ بلکہ آپ کی روز اوّل ہی سے ہر قسم کی حفاظت فرمائی۔ اور ان ہر سہ نوازشات کا ذریعہ آپ کا تایا زبیر ہی ٹھہر سکتا تھا نہ کہ عبد مناف۔ جس کی تفصیل واقعات ذیل سے ملتی ہے جن سے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح جناب زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں قدم بہ قدم مسلسل جوانی تک آپ کی تربیت فرمائی یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا، توحید پر قائم رکھا اور ابتدا ہی سے تجارت کے معزز پیشے میں بام عروج تک پہنچایا۔

## زبیر ایک شفیق تایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم جناب عبداللہ اپنی شرافت، حُسنِ سیرت وصورت اور کاروبار کی بدولت ہی خاندان میں عزیز ومحبوب نہ تھے بلکہ اس لیے بھی کہ عبدالمطلب کی ایک نذر اور اس کے کفارے کے بعد موت کے منہ سے بچے تھے۔ اور اس طرح خاص کر ان کے سگے بھائی زبیر تو ان سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور اپنے ایک بیٹے کا نام بھی ان کے نام پر عبداللہ رکھا تھا۔ جب انہیں جناب



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ کی بیماری کی اطلاع ملی تو باپ کی اجازت سے خبر لانے کے لیے مدینہ پہنچے ،مگر عبداللہ خدا کو پیارے ہو چکے تھے اور زبیر خوشحال تھے اس لیے والد کے ساتھ ساتھ اپنی بیوہ بھاوج حضرت آمنہ کی دیکھ بھال بھی اپنے ذمہ لے لی۔

جناب عبداللہ کی وفات سے چند ہفتے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالتِ یتیمی میں دُنیا میں آنکھ کھولی۔ یتیمی بچے پر یقیناً برے اثرات چھوڑ جاتی ہے، بچہ شفقتِ پدری، مناسب دیکھ بھال اور ضروریاتِ زندگی کی حسبِ منشاء فراہمی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اکثر صحیح جسمانی نشوونما نہ ہونے کے علاوہ بہت سی اخلاقی کمزوریوں مثلاً حرص، حسد، نفرت اور مسکینی کا شکار ہو جاتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی o کے الفاظ میں اپنی پناہ میں لے لیا۔ آپ کو باپ کے نہ ہونے کا اِحساس تک نہ ہونے پایا۔ والدہ محترمہ آمنہ، دادا عبدالمطلب، تایا زبیر کی محبت اَور شفقت نے باپ کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیا۔ پھر پھوپھیوں، چچوں اَور چچیرے، بہن بھائیوں کی محبت اَور پیار نے آپ کو گھیر لیا۔ گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ والد مرحوم تاجر تھے۔ اُن کا مکان، دولت، مویشی آپؐ کے ہاتھ لگے دادا مکہ کا نامی رئیس تھا۔ تایا زبیر دولت مند تاجر تھے۔ اُنہوں نے آمنہ اور ان کے دُرِّ یتیم کی ذمہ داریاں حضورؐ کی پیدائش بلکہ جناب عبداللہ کی وفات کے دن ہی سے سنبھال لیں۔ اَور اس طرح آنحضرتؐ نے آنکھیں کھولیں تو تایا زبیر ہی کو باپ کی جگہ پایا۔

## جھولا جھلانا

اگر جناب عبداللہ زندہ ہوتے تو وہ کیا کرتے جتنا زبیر نے نہ کیا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''اصابہ فی تمیز الصحابہ'' میں رقم طراز ہیں:۔ کہتے ہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ صغیر سن تھے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھوں پر جھلایا کرتے تھے اور یوں کہتے تھے۔ یہ محمدؐ میرے بھائی عبداللہ کی نشانی ہے، خوب عیش و آرام سے جیئے اور بڑی اعلیٰ منزلت و توقیر پائے۔'' (جلد ۳۸۲) کتاب المنمق کے مصنف ابوجعفر محمد حبیب الہاشمی متوفی ۲۴۵ھ یہی لوری کچھ اضافے کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

''زبیر بن عبدالمطلب (آپؐ کے تایا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں ہاتھوں پر جھلاتے وقت کہا کرتے تھے۔ کہ محمدؐ میرے بھائی عبداللہ کی نشانی خوب عیش و آرام سے جیئے، اس کے عیش و آرام، حکومت اور مالِ غنیمت میں کمی نہ آئے سب چچوں سے مستغنی ہو، اتنا جیئے کہ بوڑھا ہو جائے۔''

ماں کی گود کے بچے کو تایا جھلاتے رہے، لوریاں سُناتے رہے۔ اس کثرت سے لوریاں دیں کہ تاریخ کے اوراق انہیں نظر انداز نہ کر سکے۔ اور یہ لوریاں ایسے خلوص بھرے دل سے نکلیں کہ پوری ہو کر رہیں۔ مگر بعد کے مؤرخوں، واعظوں، ذاکروں اور حاسدوں کی نظروں سے حقیقت اوجھل ہوگئی اور زبیر کی یہ عظمت عبدمناف کے کھاتے میں ڈال دی گئی۔ گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَشِیْدٌ۔

اس محبت اور پیار بھرے خوشحال ماحول میں حضورؐ پروان چڑھنے لگے۔ ماں کی مامتا اپنے پیارے شوہر کی واحد اور بے مثال نشانی اس دُرِّ یتیم کو ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ ہونے دیتی۔ حتیٰ کہ آپ وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ۔ (مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں) کے ارشاد الٰہی کے مطابق اپنی والدہ کے دودھ پر پل کر اتنے بڑے ہو گئے کہ والدہ کے دودھ کی حاجت نہ رہی، کسی لونڈی وغیرہ کا دودھ آپؐ نے نہ پیا جب آپ بکریوں کے دُودھ اور غذا سے پیٹ بھرنے لگے تو قبیلہ ہوازن کی ایک خوش نصیب خاتون حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیئے گئے تاکہ غربائے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش نہیں چیدہ چیدہ رؤسائے قریش کے دستور کے مطابق آپ کی نشو ونما کھلی فضا میں ہوا، اور اس قبیلے کی فصیح عربی زبان سیکھیں شہر سے دُور صحرا میں پروان چڑھیں اور قدرت کے زیادہ قریب رہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ تایا کے پاس دولت کی کوئی کمی نہ تھی۔ اگر ابوطالب کے پاس ہوتے تو جس طرح ان کے اپنے بیٹے محروم رہے اسی طرح آں حضرت بھی صحرائی فضا سے محروم رہتے۔ جب چار سال کے ہو گئے تو والدہ نے اپنے پاس رکھ لیا۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ نے میکے جانے کی خواہش ظاہر کی تاکہ مدینہ پہنچ کر اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کریں۔ زبیر بن عبدالمطلب گھر کے منتظم، نگران اور کفیل تھے۔ انہوں نے پیارے بھتیجے اور بھاوج کے سفر کے جملہ انتظامات کئے اور راستے کی رفاقت اور خدمت کے لئے خادمہ اُمِ ایمن کو ہمراہ کر دیا۔ سیدہ آمنہ چھ ماہ تک مدینہ ٹھہریں۔ آخر مکہ کو واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مدینہ سے نکل کر ۲۵ میل مسافت طے کی تھی کہ مقام ابواء پر پیام اجل آ گیا۔ یتیم بچے کو شفقت مادری سے محروم کر کے اللہ کو پیاری ہو گئیں اور ام ایمن نے آپ کو لا کر دادا کے سپرد کیا۔ دادا نابینا تھے۔ اس لئے عملاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیکھ بھال آپ کے تایا زبیر اور تائی عاتکہ کے سپرد تھی۔ دو سال بعد جب دادا کا انتقال ہو گیا تو آپ براہ راست تایا زبیر اور تائی عاتکہ کی کفالت میں آ گئے۔ تائی عاتکہ آں حضرت کی دادی فاطمہ کی سگی بھتیجی تھیں۔ اس لئے میاں بیوی کی محبت میں محض خلوص کی چاشنی موجود تھی۔

## آخری ایام میں تایا اور تائی کی یاد:

آں حضرتؐ ہمیشہ اپنے تایا زبیر اور تائی عاتکہ کا ذکر محبت، احترام اور تشکر کے ساتھ فرمایا کرتے۔ اسی تایا زبیر کے صاحبزادے طاہر کے نام پر آن حضرتؐ نے اپنے ایک فرزند کا نام بھی طاہر رکھا تھا۔ اور جب عبداللہ بن زبیر مدینہ میں آپؐ کے پاس آتے تو آپؐ اُس سے بغل گیر ہوتے اور انہیں ہدایات سے نوازتے۔ اپنی تایا زاد بہنوں ضاعہؓ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امیمہؓ سے کمال شفقت سے پیش آتے اسی محبت اور قرابت کا اثر تھا کہ زبیر کی اولاد اسلام سے مشرف ہوئی۔ابن ابی الحدید مؤلف شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۵۶۳ پر بیان کرتے ہیں کہ۔زمانہ نبوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے تایا زبیر اور ان کی اہلیہ محترمہ کو محبت واحترام سے یاد کرتے تھے زبیر کے بڑے صاجزادے طاہر خوش مزاج نوجوان تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عمر تھے جوانی میں وفات پا گئے تھے ان سے محبت کی بنا پر ہی آپؐ نے اپنے ایک صاجزادے کا نام طاہر رکھا تھا۔

## عبداللہؓ بن زبیر:

زبیر کے ایک صاجزادے عبداللہ جوان ہوئے ،ایمان لائے اور مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے جب کبھی وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آن حضرتؐ انہیں پہلو میں جگہ دیتے اور فرماتے اِنَّہٗ اِبْنُ اُمِّیْ (الاصابہ) یہ میری ماں کے بیٹے ہیں۔ان کے والد تایا زبیر کی شفقتیں یاد آتیں تو فرماتے وَکَانَ اَبُوْہُ بِیْ بِرًّا (الاصابہ) ان کے والد میرے ساتھ بڑا نیک سلوک کیا کرتے تھے۔ابن سید الناس عیون الاثر،، میں لکھتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ سلمؐ (عبداللہ بن زبیر کے بارے میں) فرمایا کرتے تھے یہ میرے چچا کے فرزند میرے محبّ ہیں بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ فرماتے میری ماں کے بیٹے میرے محبّ ہیں۔(ص:۲۹۳)

جناب قاضی نور اللہ شوستری اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں لکھتے ہیں۔''در کتاب اصابہ مذکور است کہ او (عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب) نیز در حرب حنین با علی وعباس ثبات ورزید و نقل نمود کہ روزے عبداللہ مذکور از مکہ بہ خدمت پیغمبر آمد۔آنحضرتؐ حلّہ براو پوشانید، و در پہلوی خود جائے داد و فرمود کہ او پسر پدر من است، و او مرا البیار دوست می داشت و با من بر نیکوئی می فرمود۔و عبداللہ در وقت وفات حضرت رسالت سی سالہ بود و در غزای روم شربت شہادت نوشید۔'' (ص:۲۰۱)



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصابہ میں ذکر ہے عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب بھی غزوۂ حنین میں علی اور عباس کے ساتھ ثابت قدم رہے اصابہ ہی میں روایت ہے کہ ایک دن یہی عبداللہ مکہ سے آنحضرتؐ کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اسے ایک حلہ ہدیہ کے طور پر پہنا یا اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور فرمایا یہ میرے باپ (تایا زبیر) کے فرزند ہیں، جو مجھے انتہائی عزیز رکھتے تھے اور میرے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرتے تھے۔''

''عبداللہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت تیس سال کے تھے اور رومیوں کے خلاف (جنگ اجنادین میں بعہد ابوبکر صدیقؓ) جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔''

حق پسند اہل فکر ونظر ان حوالہ جات میں ''میری ماں کے بیٹے'' اور ''میرے باپ کے فرزند'' کے الفاظ پر غور کریں۔ کیا یہ مرکبات ایک طرف آں حضرتؐ اور دوسری طرف آپؐ کے تایا زبیر اور تائی عاتکہ کے محبت بھرے تعلقات کے عکاس نہیں۔ اور کیا کسی اور کے متعلق بھی آپؐ نے ایسے خلوص، ممنونیت اور محبت کا اظہار فرمایا؟ اسی محبت کا اثر تھا کہ تایا زبیر کے بچے آں حضرتؐ پر ایمان لائے اور آج بھی ان کی اولاد بھارت کے صوبہ بہار میں بکثرت موجود ہے۔ جن میں بڑے بڑے عالم اور اولیا اللہ ہوئے ہیں۔

## جناب زبیر کی رہنمائی میں تجارت

یہود و مجوس کے پروپیگنڈہ اور سادہ لوح اہل ایمان کی کم نگاہی سے یہ کذب وافتراء تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ آنحضرتؐ غریب تھے دوسروں کے ٹکڑوں پر پلتے رہے

پہلے تو چچا ابوطالب نے پالا۔ ذرا بڑے ہوئے تو نان جویں اور ابوطالب کی اعانت کے لئے اجرت پر اہل مکہ کے مویشی چراتے رہے۔ جوان ہوئے تو خدیجہ کے ملازم ہو گئے۔ اور پھر ان سے شادی کرنے کے بعد ان کی دولت کی بدولت سکھ کا سانس نصیب ہوا۔ اس سے زیادہ آپ کی ہتک اور اہانت ممکن نہیں۔ حالانکہ اس حالت میں اللہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ ارشاد کہ ''ہم نے تجھے بے نیاز کر دیا'' بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اس صورت میں آنحضرتؐ اور مکہ کے دوسرے مفلوک الحال جوانوں میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟

دراصل نبی اکرمؐ کی یہ حاجت مندی سرمایہ کی نہ تھی۔ آپؐ یتیم تھے والدین کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ اس صورت میں اگر آپؐ کے پاس کچھ اثاثہ تھا تو بھی آپؐ سہارے کے محتاج تھے پس اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو یتیمی کے برے اثرات سے بچایا وہاں دوسری محتاجیوں سے بھی مستغنی کر دیا۔ اور یہ سہارا والدین کی طرح مشفق تایا اور تائی کا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ تاجر تھے شعب بنی ہاشم (اس کا نام شعب ابوطالب لکھنا غلط ہے) میں ان کا اپنا مکان تھا۔ ان کے پاس اونٹ بھی تھے اور بکریاں بھی اب واضح ہے کہ بیرونی ملکوں کے ساتھ تجارت کے لئے کافی سرمایہ درکار ہوتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ایک بڑے قریش خاندان کے کامیاب تاجر تھے اور وفات کے وقت مال تجارت فروخت کر کے مدینہ لوٹے تھے بعض روایات کی رو سے وفات کے وقت ان کی عمر تیس سال کے لگ بھگ تھی یعنی انہیں کاروبار کرتے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ پس ان کی وفات پر ان کی دولت، مکان اور مویشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورثے میں ملے۔ اس لئے آپؐ ابتدا ہی سے مالی اعتبار سے کسی کے محتاج نہ تھے پھر آپؐ کے مربی اور کفیل تایا زبیر ایک کامیاب تاجر تھے۔ انہوں نے جہاں آپؐ کی تربیت فرمائی وہاں آپؐ کا سرمایہ کاروبار میں لگائے رکھا۔ اور جوں جوں آپؐ بڑے ہوتے گئے تایا کے زیر سایہ کاروبار تجارت میں دلچسپی اور مہارت بڑھتی گئی۔ اس طرح آپ مہربان تایا زبیر کی محبت، شفقت، نگرانی اور شہرت کے سایہ میں پروان چڑھے عمر اور تجربہ کے ساتھ ساتھ تجارت میں برکت ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آپ آزادانہ تجارت کرنے لگے اور بعثت تک کاروبار تجارت میں منہمک رہے آپ نے شمال، جنوب



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مشرق اور مغرب میں کئی تاجرانہ سفر کئے۔ آپ نے شادی کے وقت سیدہ خدیجہ کو معقول مہر ادا کیا (۲۰ اُونٹ ۵۰۰۰ درہم) اور ان کے لئے قیمتی سہارا بن گئے جس سے خدیجہ کی عزت، شہرت اور خوشحالی میں اضافہ ہوا۔

بعض مورخین نے یہ غلط تاثر دینے پر زور دیا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے چھوٹے چچا عبدمناف کے پروردہ تھے۔ اول تو یہ بات قرآن حکیم کی شہادت کے خلاف ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ہم نے تجھے غنی کر دیا۔" اور عبدمناف تو زندگی بھر فاقہ کش رہے اور اکثر نان جویں کے لئے خود آپؐ کے دست نگر رہے اگر حضورؐ عبدمناف کی کفالت میں ہوتے تو ان کے بچوں کے ساتھ فاقہ کشی کرتے اور غنی نہ کہلا سکتے۔ پھر عبدمناف تاجر نہ تھے۔ بتوں کے چڑھاوے سے بسر اوقات کرتے یا مکہ ہی سے کچھ مال خرید کر اِدھر اُدھر بیچتے اور مشکل سے بسر اوقات ہوتی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ان کے دو فرزندوں جعفرؓ اور علیؓ کو جناب عباس اور حضورؐ نے پالا اور بڑے دونوں لڑکے جوان ہونے کے باوجود بھی باپ کی حالت بہتر نہ بنا سکے۔

یہ ایک تاریخی گپ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ سال کی عمر میں چچا عبدمناف کے ساتھ تجارت کے لئے گئے اور بحیرا راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی آخرالزمانؐ جان کر واپس کر دیا۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے نہ نکلے اور دوسری دفعہ سیدہ خدیجہؓ کا مال لے کر گئے اور کامیاب لوٹے۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ اگر آپؐ ایک ہی بار بچپن میں بصریٰ کے مقام سے لوٹ آئے تھے تو تجارت کا ہنر اور تجربہ کہاں سے اور کب حاصل کیا؟ لیکن دشمنی کو عقل سے کیا کام۔ اس کا تو ایک ہی اصول ہے کہ جھوٹ بولو اور متواتر بولتے چلے جاؤ۔ دنیا اسے سچ مان لے گی۔ اس روایت سے دشمنوں کا ایک ہی مطلب تھا کہ آنحضرتؐ کو بچپن میں عیسائیوں اور یہودیوں کا خوشہ چین ثابت کیا جائے۔ عبدمناف کا نام بلا دلیل اچھالا جائے۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس طرح آپ کے دعویٰ نبوت اور آپؐ کی قرآنی تعلیمات کو مشکوک ٹھہرایا جائے۔

## عبد مناف کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے رخی

اس کے برعکس تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان ہوئے تو آپؐ نے اپنے چچا عبد مناف سے ان کی دختر ام ہانی ہند (یا فاختہ) کا رشتہ مانگا اور اس کی غالباً یہ وجہ بھی ہو کہ عبد مناف کا مالی بوجھ بھی قدرے کم ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد مناف کی کفالت میں ہوتے یا عبد مناف کو اپنے یتیم مگر یگانہ روزگار، حسین وجمیل، مجسم اخلاق اور ہمہ صفت موصوف بھتیجے سے محبت ہوتی تو وہ آپ کی درخواست کو رد نہ کرتے مگر عبد مناف نے بڑے روکھے پن سے انکار کر دیا۔ اس انکار کا ذکر ملتے جلتے الفاظ میں تاریخ کی متعدد کتب مثلاً طبقات ابن سعد جلد ۳، طبری، الاصابہ جلد ۳، کتاب الحجر ۹۸ وغیرہ میں ملتا ہے۔

جن خواتین سے آپؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ ناقل) نکاح نہ ہو سکا، ان میں اُم ہانی بھی ہیں۔ یہ ہند دختر ابوطالب ہیں۔ ان سے اپنے نکاح کا پیغام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ قبل از اسلام میں ابوطالب کو دیا تھا۔ اور ان ہی کو ہبیرہ بن ابووہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم کا پیغام بھی ملا تھا، ابوطالب نے ہبیرہ کو اپنی بیٹی ہند بیاہ دی اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب سے کہا۔ ''اے چچا! تم نے ہبیرہ کو تو اپنی بیٹی دے دی اور مجھے چھوڑ دیا۔'' ابوطالب نے جواب دیا۔ ''اے بھتیجے! ان لوگوں سے تو ہمارے رشتے ناطے ہوتے چلے آئے ہیں معزز اور ذی حیثیت کے جوڑ (ہم کفو) معزز و ذی حیثیت لوگ ہی ہوتے ہیں۔''

(بحوالہ وقائع زندگانی ام ہانی)

کیا ان الفاظ کی تہ میں اس بات کی جلی عیاں نہیں کہ ابوطالب کے اپنے ننھے بیٹوں کے مقابل ان کا یتیم بھتیجا محمدؐ عزت، شرافت اور شہرت کی منازل طے کر رہا تھا۔ یہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روش عبدمناف کی ناداری اور اپاہج پن کا اثر معلوم ہوتی ہے۔

## آپؐ کے تجارتی سفر

اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپؐ نے خدیجہؓ کی ملازمت کی تھی تو یہ بات بھی ماننا پڑے گی کہ اس وقت تک آپ شام، ایران، یمن، بحرین وغیرہ کے کئی تجارتی سفر کر چکے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ آپؐ نے دس سال کی عمر میں اپنے تایا زبیر کی معیت میں یمن کا سفر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن شریف کچھ اوپر دس برس کا تھا کہ اپنے سگے تایا زبیر بن عبدالمطلب کی معیت میں، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، یمن کے سفر پر گئے تھے۔

(سیرۃ الحلبیہ مؤلفہ علی الحلبی، السیرۃ النبوۃ والآثار المحمدیہ مؤلفہ علامہ دحلان وغیرہ)

ناسخ التاریخ کا شیعہ مؤلف اسی واقعہ کو ذرا بدل کر یوں بیان کرتا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب نے اپنے چھوٹے بھائی عبدمناف سے درخواست کی کہ آپ برکت کے لئے محمدؐ کو میرے ہمراہ سفر پر بھیج دیجیے، اس پر۔

ابوطالب ملتمس اور امقبول داشت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعم خویش سفر یمن کردو بسیار معجزات در راہ مشاہدہ رفت،،۔ (جلد ۲، ص: ۳۶۷)

ابوطالب نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تایا کے ساتھ یمن کا سفر کیا اور راستے میں بہت سے معجزات دیکھنے میں آئے۔

گو اس روایت میں خاندان کے سردار زبیر کا اپنے چھوٹے بھائی عبدمناف سے درخواست کرنا، عبدمناف کا جان سے عزیز'' بھتیجے کو دس سال کی چھوٹی عمر میں



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہینوں کے لئے جدا کرنا اور بھتیجے کا اچانک اپنے مربی'' چچا سے جدا ہو کر ایک غیر مانوس'' چچا کے ساتھ مہینوں سفر میں رہنا اور اداس نہ ہونا تعجب انگیز امور ہیں ۔اور اصل حقیقت کی نقاب کشائی کرتے ہیں ۔تاہم اس نسبائی روایت سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس سال کی عمر میں سفر کا ذکر ملتا ہے۔اس کے بعد تو آپ کے تجارتی سفر کسی ثبوت کے محتاج نہیں۔تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔کہ جب بحرین سے وفد عبدالقیس آپ کے پاس آیا تو آپ نے ذاتی مشاہدے اور تجربے کی بنا پر بحرین کے اکثر مقامات اور اکابر کا تفصیلی ذکر کیا۔اس پر اہل وفد نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بعض مقامات کی ہم سے بھی زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔اس سے آپؐ کی قوت مشاہدہ کے علاوہ اس بات کا علم ہوتا ہے کہ آپؐ نے ان مقامات کا کئی بار سفر کیا۔پھر مدنی زندگی میں آپ قبائل کے خلاف لشکر کشی کے وقت اصحاب کو جو ہدایات دیتے وہ آپؐ کے ان سفروں کی آئینہ دار ہوتیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے پرائیویٹ سیکرٹری ڈاکٹر محمد اجمل خاں شیعی اپنی تصنیف سیرت قرآنیہ سیدنا رسولؐ عربی'' میں آں حضرتؐ کے تجارتی سفروں کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب الامین نے نہ صرف شام کے بازار دیکھے تھے بلکہ یمن میں جرش اور مشرق میں بحرین تک پہنچے تھے یہاں ایرانی حاکم منذر بن ساوی حکمران تھا۔ اور یہود و نصاریٰ کی کافی آبادی تھی۔(۱۲۱)

اس زمانہ میں (حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد مسلم) آنحضرت برابر تجارتی مشغولیتوں میں مصروف رہے حبشہ کا آپ سفر کر چکے تھے (سیرۃ ابن سید الناس) یمن میں جرش کا دو مرتبہ سفر کیا (الحاکم فی المستدرک وذہبی) اس سے ایک سال پہلے (۵۹۵ء میں) خسرو پرویز نے عراق، شام



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفلسطین کو دوبارہ رومیوں سے چھین لیا تھا اور اس طرف کا سفر خطرناک ہو گیا تھا۔" (۱۲۶)

اسی سال پہلے (۵۹۷ء میں) آپؐ نے بحرین کا سفر کیا۔ ہجرت کے بعد جب عرب میں اسلام پھیلا تو بحرین سے عبدالقیس کا وفد آیا۔ آپؐ نے اس سے بحرین کے ایک ایک مقام کا حال پوچھا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ آپؐ ہمارے ملک کو ہم سے زیادہ جانتے تھے تو آپؐ نے فرمایا میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی ہے۔ (مسند امام حنبل (ص:۲۰۶) (۱۲۷)

ان حوالوں سے یہ عیاں ہے کہ دشمنوں نے آنحضرتؐ کی تجارتی زندگی کو چھپانے کی کوشش کی اور محض عبد مناف کو اہمیت دینے کے لئے کتمان حق کیا۔ حالانکہ یہ مقام آپؐ کو اپنے شفیق تایا جناب زبیر کی معیت، معاونت اور تربیت سے حاصل ہوا تھا۔ عبد مناف کا اس میں شمہ بھر حصہ نہ تھا۔

حقیقت یہی ہے کہ آں حضرتؐ اپنے تایا زبیر کے ساتھ شریک تجارت رہے حتیٰ کہ آپؐ جوان ہو گئے اور آزادانہ یا دیگر تجار کے ساتھ بھی تجارت کے لئے جانے لگے۔ اور نوجوانی میں اپنی صداقت، امانت، دیانت، معاملہ فہمی اور لین دین کی صفائی کی بدولت ہر دلعزیز اور معروف ہو گئے اس زمانے میں خواتین بھی تجار کو اپنا مال کمیشن پر فروخت کرنے کے لئے دیتی تھیں۔ چنانچہ سیدہ خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہرت کا ذکر سن کر اپنا مال آپؐ کے حوالے کیا۔ اور اپنے غلام میسرہ کو ساتھ کر دیا۔ اس کاروبار میں خدیجہؓ کو بہت نفع ہوا۔ نیز میسرہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق واوصاف عالیہ کا ذکر کیا تو جواں سال خدیجہؓ نے آپؐ سے شادی کی درخواست کی، جو آپؐ نے منظور کر لی۔ اور اس کے بعد آپؐ بعثت تک مزید اطمینان اور کامیابی سے تجارت کرتے رہے اور اس تمام زندگی میں جناب زبیر کی محبت، ہدایت، حفاظت



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شفقت آپؐ کے شامل حال رہی۔

## مشرکانہ عقائد سے حفاظت

اللہ تعالیٰ نے جہاں زبیر بن عبدالمطلب کے توسل سے آپ ﷺ کی یتیمی میں کفالت فرمائی اور آپ ﷺ کو کسی کی محتاجی کے داغ سے محفوظ رکھا، وہاں اس فسق وفجور اور شرک وبت پرستی کے ماحول میں اس دین حنفی کے پیرو، شرک سے متنفر، موحد اور روزِ جزا پر ایمان رکھنے والے تایا کی بدولت عقائد کی خرابیوں سے بھی محفوظ کر دیا۔

آپ کا خاندان کعبہ کا متولی تھا جہاں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے حتیٰ کہ آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے دو بیٹوں کے نام دو بتوں مناف اور عزیٰ کے نام پر عبد مناف (حضرت علیؓ کے والد) اور عبدالعزیٰ رکھے تھے مگر زبیر بن عبدالمطلب مکہ کے ان چند اہل بصیرت اشراف میں سے تھے۔ جنہوں نے شرک وبُت پرستی سے اجتناب کر کے دین حنفی اختیار کر رکھا تھا۔ وہ خدائے واحد پر ایمان رکھتے تھے قیامت کے دن جزا وسزا کے معتقد تھے اور مکہ کے موحدین کے اس گروہ میں شامل تھے جو عثمان بن حریث، زید بن عمرو، ورقہ بن نوفل وغیرہم پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ بتوں سے متنفر، عدل وانصاف کے داعی اور روز جزا پر ایمان رکھتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے دور کے مشہور محقق مورخ السید محمود احمد عباسی لکھتے ہیں۔

جناب زبیر کی شخصیت کے بارے میں ایک قدیم شیعہ مولف ہی بتاتے ہیں۔

کہ وہ بڑے صاحب فکر ونظر شخص تھے اعمال انسانی کی جزا وسزا کے لئے معاد یعنی آخرت کے قائل تھے کسی ظالم شخص کے بری طرح مرنے پر ان ہی شیعہ مولف نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اِنَّ لِلنَّاسِ مَعَادٌ یُؤْخَذ فِیْهِ للمظلوم من الظالم (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳، ص: ۲۶۳) انسانوں کے واسطے معاد (جہانِ دیگر) ہے۔ جہاں ظالم سے بدلہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انتقام مظلوم کا لیا جائے گا۔"

علامہ سہیلی نے بھی اسی واقعہ پر جناب زبیر کا یہ قول بہ تغیر "الفاظ" الروض الانف "میں یہ لکھ کر مظلوموں کی دادرسی اللہ کے ہاں ایک دن ہونا ضروری ہے۔ فلابد من یوم ینصف اللہ فیہ المظلومین فرمایا ہے۔ کہ جناب زبیر کا قول ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حشر و قیامت کے قائل تھے۔ بالفاظ دیگر شرک بُت پرست نہ تھے۔

(وقائع زندگانی اُم ہانی ص:۱۵۰۔۱۵۱)

جناب عبداللہ کی وفات کی وجہ سے پہلے ہی دن سے آنحضرت اور آپ کا گھرانہ جناب زبیر کی کفالت و نگرانی میں تھا۔ اس لیے آپ کی تربیت موحد کے طور پر ہوئی یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ شرک بت پرستی، مشرکانہ توہمات اور ظلم و ستم سے پاک تھے اور مشرکانہ اعمال سے محفوظ رہے تھے۔۲۳

توہمات اور ظلم و ستم سے پاک مشرکانہ رسوم میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے ایک بار چچا ابوطالب کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ "عید بوانہ" کے عنوان سے طبقات ابن سعد کی ایک روایت ہے۔

## عید بوانہ

ابن عباس کہتے ہیں مجھ سے اُم ایمن نے بیان کیا کہ بوانہ ایک بت تھا۔ جس کے حضورؐ میں قریش حاضر ہو کے اس کی تعظیم کرتے تھے قربانی دیتے تھے، اپنے سر منڈواتے تھے ایک رات دن اس کے پاس معتکف رہتے تھے۔ اور یہ تمام رسمیں سال میں ایک دن ہوا کرتی تھیں۔ ابوطالب اپنے لوگوں کے ساتھ اس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار ہی کرتے۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا۔ ابوطالب آپؐ سے ناخوش ہو گئے۔

(طبقات حصہ اول)



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس عیاں ہے کہ آپؐ کی کفالت کے لائق تایا زبیر ہی تھے ،اورانہوں ہی نے تربیت فرمائی۔اگرعبدمناف ایسے کسی مشرک چچا کی کفالت ہوئی تو پھرآپؐ منصب نبوت کے قابل ہی نہ رہتے ،اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو زبیر کی کفالت میں دے کرآپ کو محفوظ کردیا۔

## عہد جوانی اور کفالت زبیر

بعض مورخین کا خیال ہے کہ گوابتدا میں آں حضرتؐ کے کفیل آپ کے تایا زبیر تھے مگر بعد میں عبدمناف کی کفالت میں آگئے۔مگر یہ نتیجہ حقائق سے بعید ہے جیسا کہ علامہ بلاذری لکھتے ہیں۔

"بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ زبیر نے اپنی وفات تک نبی ﷺ کی کفالت کی تھی۔پھران کے بعد ابوطالب نے کی لیکن یہ غلط ہے کیونکہ زبیر حلف الفضول میں موجود تھے اور تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن شریف کچھ اوپر بیس سال تھا۔" (انساب الاشراف جلد۱،ص:۸۵)

علامہ بلاذری کا مدعا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تایا زبیر کی زندگی ہی میں بالغ ہوچکے تھے حرب فجار اور حلف الفضول میں شرکت فرما چکے تھے آزادانہ تجارت کرتے تھے۔حتیٰ کہ ایک دوسال بعد سیدہ خدیجہؓ کا مال لے کر تجارت کے لئے شام کا سفر کیا اور پھر شادی کرلی۔بلوغت کے باعث اس عمر میں تو زبیر کی کفالت بھی ختم ہوچکی تھی۔اورمحض بزرگانہ شفقت،خیرخواہی اور قبائلانہ سرپرستی رہ گئی تھی۔اس لئے ابوطالب عبدمناف کی کفالت خارج از قیاس ہے لیکن علامہ بلاذری کو جناب زبیر کے سن وفات کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے اور وہ خود ہی اپنی ایک بیان کردہ روایت کے خلاف چلے گئے ہیں۔

## حرب فجار

حرب فجار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب زبیر کی سیادت میں شرکت



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ایک مسلم امر ہے شرح نہج البلاغۃ کا مولف ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔

نبی عبد شمس (بنی امیہ) کے سردار حرب بن امیہ تھے۔ بنی ہاشم کے سردار الزبیر بن عبدالمطلب تھے بنی تیم کے سردار عبداللہ بن جدعان تھے بنی مخزوم کے سردار ہشام بن مغیرہ (ابوجہل کے والد) تھے اور کی قریش قبیلوں کے سردار اپنے افراد خانہ کے ساتھ محاذ جنگ پر تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳، ص:۴۵۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تایا اور چچاؤں کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوئے اور اپنے چچوں کو تیر لا کر دیتے تھے۔

## حلف الفضول

حرب فجار میں بہت سے لوگ مارے گئے۔ چنانچہ آئندہ جنگ کو روکنے اور مظلوموں کی حمایت کے لئے جناب زبیر کی تجویز پر عبداللہ بن جدعان کے ہاں چند قبائل کے سرداروں کا اجتماع ہوا اس اجتماع میں سب نے مظلوموں کی حمایت کا حلف اٹھایا۔ جو حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ زبیر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور آپؐ کی اصابت رائے پر اعتماد کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ زبیر نے آنحضرت کو نوعمری کے باوجود اس معاہدے میں اپنے ساتھ رکھا۔

یہ بات درست نہیں کہ حلف الفضول کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بائیس سال کی ہوئی تو جناب زبیر وفات پا گئے۔ بلکہ زبیر اس کے بعد بارہ سال زندہ رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدیجہؓ سے شادی خانہ آبادی میں شریک ہوئے۔ جو یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اور خدیجہؓ کی بھاوجہ سیدہ صفیہؓ کی وساطت سے طے پائی۔ اور اس نجیب الطرفین جوڑے کے ملاپ میں جناب زبیر کی خوشنودی، رسوخ اور نیک تمنائیں شامل تھیں۔ عبد مناف تو اس سے پہلے اپنی بیٹی ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عقد میں دینے سے انکار کر چکے تھے۔ وہ آنحضرت



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدیجہؓ ایسی بلند مرتبہ خاتون سے شادی میں کیسے دلچسپی لے سکتے تھے پھر اپنے بڑے بھائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تایا سردار خاندان زبیر کی موجودگی میں عبد مناف کی کیا حیثیت تھی۔

## جناب زبیر کی وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مشفق، فدائی، خدا پرست تایا کی وفات اس وقت ہوئی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونتیس سال کے تھے۔ اس ضمن میں دو شہادتیں کافی ہوں گی:۔

۱: قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم کی شہادت اوپر پیش کی جا چکی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"آنحضرتﷺ ۳۴ سال کے تھے جب زبیر عم النبی کا انتقال ہوا۔"

(رحمۃ للعالمین جلد ۲، ص: ۸۱)

۲: دوسری شہادت شیعہ عالم جناب قاضی نوراللہ شوستری کی ہے ۔جو اوپر گزر چکی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

عبداللہ در وقت وفات حضرت رسالتؐ سی سالہ بود"۔(۲۰۱) عبداللہ ابن زبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت تیس سال کے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات کے وقت تریسٹھ سال کے تھے۔ اگر تریسٹھ میں سے ۳۰ سال نکال دیئے جائیں تو عبداللہ کی پیدائش کے وقت آپؐ کی عمر ۳۳ سال ہوتی ہے۔ اس صورت میں یہ باور کرنے میں کوئی استحالہ نہیں کہ عبداللہ کی پیدائش یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے ۳۳ ویں سال تک زبیر زندہ تھے ایک یا دو سال بعد ان کا انتقال ہوا۔ اور ان کے بعد عمر کے لحاظ سے ابو طالب خاندان کے سربراہ ہوئے۔ اور اس صورت میں بال بچوں والے معزز، خوشحال بھتیجے کو کسی قلاش چچا کی



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفالت کی حاجت نہ رہی تھی۔ البتہ عبد مناف آپ کا محتاج ضرور تھا۔ اور آپؐ نے مفلس وقلاش چچا کے خاندان کی فراخ دلی سے اعانت فرمائی۔ بلاشبہ وفات کے وقت جناب زبیر نے اپنے بھائی عبد مناف کو دوسرے بھائیوں سے بڑا ہونے کے سبب سے اپنا وصی قرار دیا۔ اور انہوں نے ایک قبائلی سربراہ کی طرح اپنا فرض ادا کیا لیکن یہ سربراہی آنحضرتؐ کی ذات تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اس کا دائرۂ کار تمام خاندان پر وسیع تھا۔ پھر خاندان میں سب سے زیادہ غریب عبد مناف ہی تھے۔ اور باقی افراد مثلاً جناب عباس، ابولہب، عبدالعزیٰ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ البال اور خوشحال تھے اپنے محتاج سربراہ قبیلہ عبد مناف کی مالی اعانت فرماتے تھے۔ بالخصوص جناب عباس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو بچوں کی کفالت اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ ان حالات میں ابوطالب عبد مناف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفیل اور مربی کیسے ہو سکتے تھے۔ رہا بعثت کے بعد کفار کے مقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت تو یہ ایک الگ موضوع ہے اور اس کا تفصیلی جائزہ ہم نے اپنی زیر قلم تصنیف سیرۃ خاتم الانبیاء،، میں لیا ہے عبد مناف کی زندگی کے اس پہلو کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو گرانے کے لئے اچھالا گیا ہے۔ جیسا کہ ابوطالب مومن قریش'' کا حق دشمن مولف لکھتا ہے۔ ابوطالب اس شخصیت کا نام ہے کہ جس کے بارے میں ہر سیرت کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتا تو.....کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا۔ (۲۹۵)

بے حیا باش ہر چہ خواہی گو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل عبد مناف کا یہ ایک ایسا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت بھی ہیچ ہو کر رہ جاتی ہے۔ گویا اگر عبد مناف نہ ہوتے تو نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاریخی وجود ہوتا، نہ اسلام باقی ہوتا، نہ قرآن ہوتا اور نہ ہی



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں نور ہدایت ہوتا

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

ہمارے نزدیک ابوطالب عبد مناف مشرک تھے۔ تمام عمر مشرک رہے۔ مشرک ہی مرے انہوں نے اپنے دو بڑے لڑکوں کو مشرک رکھا۔ جو شرک کی حالت میں اپنے مربی تایازاد بھائی کے خلاف کفار کی طرف سے شمشیر بکف رہے۔ حتیٰ کہ بڑا بیٹا طالب جنگ بدر میں جہنم رسید ہوا۔ ابوطالب کی موجودگی میں کفار مکہ اور خود حضورؐ کے چچا ابولہب اور چچازاد بھائی سفیان بن حارث بدزبانی اور شدید مخالفت کرتے رہے۔ عبد مناف کے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں سات میں سے صرف ایک چچا حضرت حمزہ کو ایمان کی دولت حاصل ہوئی اور دوسرے چچا حضرت عباس فتح مکہ کے وقت ایمان لائے اور باقی کفر کی حالت میں ہی مرے۔ ابوطالب عبد مناف کی زندگی میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر غلاظت پھینکی جاتی۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے۔ سر پر کوڑا پھینکا جاتا، گلے میں پھندا ڈالا گیا۔ پیٹھ پر اوجھڑی رکھی گئی۔ دنیا جہان کا استہزا کیا گیا۔ مگر ابوطالب ٹس سے مس نہ ہوئے حتیٰ کہ جب تک وہ زندہ رہے بنی ہاشم میں سے کوئی قابل ذکر شخص ایمان نہ لایا۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی محفوظ رہی تو وہ خاندانی عصبیت کی وجہ سے محفوظ رہی۔ اس میں آپؐ کے خاندان میں سے مخالف چچا اور چچیرے بھائی سبھی شامل تھے۔ اور مکہ میں ابوطالب کی وفات کے تین سال بعد تک بھی آپؐ محفوظ رہے۔ اور وہ محض خاندانی حمایت اور نئے وصی ابولہب کی وجہ سے، حتیٰ کہ وصی ہونے کی وجہ سے ابولہب آپؐ کے مقابل جنگ بدر میں بھی شامل نہ ہوا۔

اصل بات اسی قدر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مربی اور کفیل آپؐ کے تایازبیر بن عبدالمطلب ہی تھے۔ مجوسی اور یہودی مورخین اور ان کے زیر اثر واعظین



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب زیادہ عرصہ تک اس حقیقت کو چھپا نہیں سکتے۔ اور وہ دن دور نہیں جب کوئی نامور مورخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عظیم، شفیق، موحد، دولت مند تاجر تایا کی عظمت کو پیش کرے گا۔ اور ابوطالب جیسے انسان کو اچھالنے اور رسول دشمن سازش سے پردہ اٹھائے گا:۔

## کفیل رسالت'' پر ایک نظر

دو سال قبل میں نے ایک رسالہ ''کفیل محمدؐ'' شائع کیا تھا جس میں قرآن اور تاریخ کی روشنی میں واضح کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت آپ کے سگے تایا جناب زبیر بن عبدالمطلب نے کی تھی۔ اس رسالہ پر جناب حسین عارف نقوی نے رسالہ ''کفیل رسالت'' میں اپنے مخصوص روایتی انداز میں تنقید کی ہے اور تاریخی حوالہ جات سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ۔ ۱۔ جناب ابوطالب مشرک نہ تھے۔ ۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت آپؐ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب نے نہیں بلکہ چچا ابوطالب عبدمناف نے کی تھی۔

کسی موضوع پر موافق ومخالف شواہد ہی حقیقت کی نشاندہی کے لئے کافی ہوتے ہیں، مگر اظہار مدعا میں تلخ بیانی اور جذبات انگیزی صاحب تحریر کی بے بضاعتی اور کمزوری کی مظہر ہوتی ہے اس لئے جناب نقوی صاحب کے برعکس لیکن اپنے موقف کی تائید ووضاحت میں موصوف کے پیش کردہ اقتباسات پر تبصرہ اِدْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَن کے ارشادِ الٰہی کے پیش نظر ہدیہ قارئین کرتا ہوں۔

### ۱۔ جناب ابوطالب عبدمناف مشرک تھے۔

جناب ابوطالب کے ایمان کی تائید میں جناب نقوی صاحب نے اپنے رسالہ کفیل رسالت صفحہ ۹ پر لکھا ہے:۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس آپ کے پاس تشریف لے گئے آپ کے پاس ابوجہل وغیرہ بھی موجود تھے ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان کلمہ توحید پڑھئے تاکہ میں اللہ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شفاعت کرسکوں ابوجہل نے کہا اے ابوطالب کیا آپ ملت عبدالمطلب سے منہ پھیرتے ہیں اوراس بات کو کئی مرتبہ کہا یہاں تک کہ ابوطالب نے فرمایا کہ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں۔(۹ بحوالہ طبقات ابن سعد جلد اول،ص:۶۷۔۱۶۶)

طبقات کے اس اقتباس پر روشنی ڈالتے ہوئے عارف صاحب لکھتے ہیں:۔

اب یہ بات واضح ہے کہ اگر سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مشرک مرے تو پھر حضرت ابوطالب بھی مشرک مرے اگر نہیں تو ابوطالب موحّد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابوطالب کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا!............جاکر غسل دے اور کفن پہنا اور توپ دے یعنی دفن کردے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے اور رحم فرمائے۔

(بحوالہ طبقات جلد اول۔۹،ص:۱۸۹)

میں حیران ہوں کہ نقوی صاحب نے ابن سعد کی مذکورہ بالا عبارت ابوطالب کے غیر مشرک ہونے کی تائید میں کیوں پیش کی۔ تاہم اس پر تبصرہ کرنے سے پہلے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ازدیاد ایمان کے لیے صحیح بخاری کی بھی ایک روایت پیش کرتا ہوں، جو ابن سعد کی تائید و وضاحت کرتی ہے۔

''میتب سے روایت ہے۔ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے پاس آئے اور ان کے پاس ابوجہل بن



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہشام اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بن مغیرہ کو موجود پایا، کہا:

''رسول اللہ ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا اے چچا کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے لیے اس کی گواہی دوں گا۔ تو ابوجہل، عبداللہ بن اُبی امیہ بن مغیرہ نے کہا۔ اے ابوطالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے۔ اور رسول اللہ ﷺ وہ کلمہ ان پر پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوطالب نے جو آخری بات ان سے کہی یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا۔ جب تک مجھے اس سے روکا نہ جائے تو اللہ نے اس کے متعلق اُتارا۔

ماکان للذی الایة (التوبة) (بخاری کتاب الجنائز)

## نقوی صاحب کے اقتباس کا تجزیہ:

اول تو قرآن حکیم کی رو سے موت سامنے آجانے کے وقت ایمان لانا بے سود اور بے فائدہ ہوتا ہے۔ فرعون جب غرق ہونے لگا تو پکار اٹھا۔

(الف) میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلموں میں سے ہوں (اللہ نے) کہا۔ کیا اب ایمان لاتا ہے اور پہلے تو نے نافرمانی کی اور فسادیوں میں سے تھا۔ (۱۰ء۹۰۔۹۱)

اور فرعون کا یہ ایمان کام نہ آیا۔

(ب) ''اور توبہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو بدیاں کرتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوتی ہے کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (توبہ) جو کافر ہونے کی حالت میں مرجاتے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ یہی ہیں جن کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"
(سورۃ النسآء۔۱۸)

(ج)۔ پھر جب کافروں نے ہمارا عذاب دیکھا کہا، ہم اللہ واحد پر ایمان لائے، اور اس کا انکار کیا جو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو ان کا ایمان انہیں سودمند نہ ہوا۔ یہی اللہ کی سنت ہے، جو اس کے بندوں میں چلی آئی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے۔" (سورۃ المؤمن:۸۹۔۹۰)

ان آیات سے عیاں ہے کہ جب موت آموجود ہو۔ اس وقت ایمان کا اقرار کام نہیں آتا۔ جناب ابوطالب تو ایمان لائے ہی نہ تھے۔ اور ان کی بدقسمتی تھی کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ کاش انہوں نے دس سال کی مدت میں ایک ہی بار قرآن سن لیا ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا نور دیکھ لیا ہوتا تو مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر حضور ﷺ کی شفاعت کے مستحق ٹھہرتے۔

(۲) اب اس روایت کا تجزیہ کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چچا کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھ لیجیے۔ اس کے مقابل ابوجہل وغیرہ نے کہا ابوطالب کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے، محمد کی بات نہ مانو اور اپنے باپ کے دین پر قائم رہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوجہل اور ابوطالب تینوں کو معلوم تھا کہ کلمہ طیبہ اور ملتِ عبدالمطلب دو الگ اور متضاد عقیدے ہیں، اور ایک کا اقرار دوسرے کا انکار ہے۔ اس فرق کو جانتے ہوئے ابوطالب نے کلمہ طیبہ کا انکار کر دیا اور ابوجہل کی بات مان لی، جس سے ابوجہل کو تو خوشی ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مایوس ہوئے۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقوی صاحب کی شہادت کی موجودگی میں خاکسار کا یہ کہنا کہ ابو طالب زندگی بھر مشرک رہے اور عقیدے کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف فوت ہوئے کس حد تک خلافِ حقیقت ہے۔ اس ضمن میں طبقات ابن سعد کی ایک دوسری شہادت پیش خدمت ہے۔ ابو طالب کی وفات کے بعد ان کے برادر ابولہب ان کے جانشین ہوئے۔ اسلام دشمنی اور قرآن میں مذمت کے باوجود انہوں نے آنحضرتؐ کی کھل کر حمایت کی اور جب ایک شخص ابن الفطلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلخی سے پیش آیا تو ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت میں اسے ڈانٹ پلائی (پھر آپ کا اس حد تک ساتھ دیا کہ جنگ بدر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں نہ نکلے) ابوجہل نے حکمت عملی سے کام لیا اور ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدظن کرنے کے لیے کہا؟ ابولہب! کیا تم جانتے ہو کہ محمدؐ تمہارے باپ عبدالمطلب کو دوزخی کہتا ہے چنانچہ ابولہب کے دریافت کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''ہاں وہ دوزخی ہیں اور جو کوئی اُن کی ملت پر مرے وہ بھی دوزخی ہے۔''

(تلخیص طبقات ا، ص ۳۱۱)

اس روایت کی رو سے ملتِ عبدالمطلب پر مرنے والے ابو طالب مشرک ہی ٹھہرتے ہیں۔

## تائید مزید:

طبقات ابن سعد میں ہی ابو طالب کے شرک پر ان کے فرزندِ سعید حضرت علیؓ کی شہادت بالفاظ ذیل موجود ہے:۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو کر عرض کی ان عمک الشیخ الضال قدمات'' یا حضرت آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ اذھب فاغسلہ وکفنہ ووارہ غفر اللہ لہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورحمہ۔ جا کر اسے غسل دے اور کفن پہنا اور توپ دے یعنی دفن کر دے، اللہ اس کی مغفرت کرے اور رحم فرمائے۔ (جلد اول ص ۱۹۰) صحیح بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں اُن کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ وحی الٰہی نے آپؐ کو ابو طالب کے شرک کی وجہ سے دعا سے روک دیا)

حضور اکرم ی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد پر حضرت علیؓ چلے گئے۔ ان کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔ اس لیے انہوں نے تجہیز و تکفین میں اپنے بھائیوں طالب اور عقیل کی مدد کی، فارغ ہو کر حکم نبیؐ سے غسل کیا اور حضوری اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

اس تمام واقعہ سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے جب ابو طالب نے وفات کے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کر دیا تو حضورؐ ابو طالب کے پاس سے چلے گئے اور حضرت علیؓ نے ان الفاظ میں خبر دی کہ "آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا" تو حضورؐ نہ اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لیے گئے، اور نہ ہی کسی مرحلے میں جنازے میں شرکت کی، بلکہ حضرت علیؓ کو جو کمسن تھے شرکت کے لیے کہا! نیز اگر جناب ابو طالب نے آپؐ کی کفالت کی ہوتی تو رحمتِ دو عالمؐ ایسی بے رخی نہ برتتے۔

## مغفرت و رحمت کے الفاظ:

مذکورہ بالا شواہد کی موجودگی میں مغفرت و رحم کے الفاظ بظاہر وضعی اور بعد کا اضافہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اگر انہیں درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ محض دعائیہ ہیں، جو کسی کے ایمان پر شبہات نہیں جبکہ ابو طالب نے حضوری اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین کو رد کر کے خود کو حضوری اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے محروم کر لیا تھا۔ حضور اکرمؐ کے مبینہ الفاظ آپؐ کی حسرت کے مظہر ہیں، چنانچہ جب ہمارے مشورے کو رد کر کے کوئی شخص کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے تو ہم بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہیں۔ اللہ اس پر رحم کرے، میری بات مان لیتا



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو رنج نہ اٹھاتا۔ علاوہ ازیں حضورؐ تو رحمتِ عالم تھے۔ ابو طالب تو چچا تھے اور ان کے سامنے زندگی کے پچاس سال گزارے تھے اس لیے ان کے حق میں کلمۂ خیر کہنا آپ سے بعید نہ تھا۔ آپ کا دستِ شفقت اور رحمت تو دشمنوں اور منافقوں تک وسیع تھا۔ چنانچہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا تو آپؐ نے اپنا کرتہ اس کے کفن کے لیے بھیجا، اس کا جنازہ پڑھا اور صحابہ کرامؓ کی معیت میں اس کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اور جب ارشاد ربانی ہوا کہ آپ ستر بار دعا کریں گے تو بھی ان کی مغفرت نہیں ہوگی تو دریائے رحمت جوش میں آیا اور فرمایا اگر مجھے یقین ہو کہ اے بار دعا کرنے سے وہ بخشا جائے گا تو میں ایسا ہی کروں گا۔ اور انبیاءؑ کی رحمت کس قدر وسیع ہے کہ وہ تو نا فرمان دشمنوں کی مغفرت کے آرزومند ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ کی دعا ہے۔ ''اے اللہ اگر تو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو رحم کرے تو تو غفور ورحیم ہے۔'' پھر حضور اکرمؐ کے سامنے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال تھی۔ جو اپنے لادین والد کے حق میں اپنے ہی وعدے کے مطابق متواتر دعائے مغفرت کرتے رہے اور اس وقت دعا ترک کی، جب وحی الٰہی سے یقین ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل یا قول سے اس بات کی شہادت نہیں ملتی کہ ابو طالب نے شرک سے توبہ کر لی تھی۔ بلکہ تمام شہادتیں ان کے مشرک ہونے کی گواہ ہیں۔ البتہ میں نہ مانوں، کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔

## حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی شہادت:

ابو طاہر محمد بن یعقوب صاحب قاموس اپنی تالیف تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس میں سورہ قصص کی آیت اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ۔ (القصص:۵۶)

(آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے، جسے آپ چاہیں۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے ) کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

**(اِنَّکَ) یا محمد (لَا تَھْدِیْ) لا تعرف (من اجبلت) ایمانه ، یعنی ابا طالب**

"اے محمد تم اپنے چاہنے کے باوجود ابو طالب کو ایمان کی ہدایت نہیں دے سکتے۔"

کیونکہ نبی کا کام پیغامِ حق پہنچا کر ایمان سے آگاہ کرنا ہے، دلوں کو پھیر..... اور ایمان کی دولت سے مالا مال کرنا محض فیضان الٰہی ہے۔

## آخری تنکا:

طبقات ابن سعد ہی کی ایک اور روایت سے بھی ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے، لکھتے ہیں۔

"ابنِ شہاب سے روایت ہے کہ انہیں علی ابن الحسین (ابن ابی طالب) نے خبر دی کہ رسول اللہ کے عہد میں ابو طالب نے وفات پائی تو جعفرؓ (ابن ابی طالب) کو ان کا ورثہ اور ترکہ نہ ملا۔ بلکہ طالب و عقیل (فرزندانِ ابو طالب) ان کے وارث ہوئے اس کا سبب یہ تھا کہ نہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا۔" (جلد اول، ص ۱۹۰)

## بعثت سے قبل قریش کی دینی حالت:

ہمیں اس بات سے غرض نہیں کہ غیر مسلم اکابر قریش میں سے کون جنت میں گیا اور کون دوزخ کا ایندھن بنا۔ قبل از نبوت ذکر روانات میں سے جن بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت آمیز سلوک کیا وہ ہمارے نزدیک محترم ہیں۔ ان میں جناب ابو طالب بھی شامل ہیں۔ ہم نے کفیل محمدؐ میں ابو طالب کی جن جسمانی اور مالی کمزوریوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس سے ان کی تنقیص یا توہین مقصود نہیں (کیونکہ ان کی طرف اکثر منسوب کردہ باتیں اس ابلیسی عجمی ٹولے کی اختراع ہیں، جنہوں نے حجازی مسلمان



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربوں سے عراق وعجم کی فتح کا انتقام لینے کے لیے ان لوگوں کو باہم لڑانے اور عالمِ اسلام میں افتراق پیدا کرنے کے لیے پھیلائیں اور اپنی مقصد براری کے لیے جناب ابوطالب اور آلِ ابی طالب کی بھی خطرناک حد تک کردار کشی کی ہے۔) سیادت، فارغ البالی اور دیگر صلاحیتوں کے پیشِ نظر آپ کی کفالت کے زیادہ اہل تھے۔ تاہم ان سب کے ایمان کے حق میں ہمارے پاس کوئی نص یا سند نہیں۔ خاص کر جب قرآن حکیم میں ہے۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ جمعہ)۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ۔ (سورۃ یٰس) ماانذر اباء هم من قبلكم (السجدہ) ماآتينا هم من كتب يدرسون وماارسلنا اليهم قبلك من نذير (سباء) کی قرآنی آیات موجود ہیں۔ جن سے اس دور کی عام گمراہی، بے دینی، رسالت، ووحی الٰہی سے محرومی، فساد فی البر والبحر کی تصدیق ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں کسی فرد واحد سے متعلق رائے قائم کرنے کے لیے اس کے حالات واشغال، کردار، خیالات وغیرہ کا تجزیہ ضروری ہے۔ اور اس کا ذکر کفیل محمدؐ میں کر دیا گیا ہے۔

حیات ابوطالب سے متعلق جو کچھ بھی اوپر لکھا گیا ہے اس کی اساس نقوی صاحب کی عبارات اور ان کے مضمرات پر مبنی ہے۔ ان کی روشنی میں درست رائے قائم کرنا قارئین کے ذمے ہے۔ ہم نقوی صاحب سے بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ تعصّبات اور نسبی عصبیت سے بلند ہو کر رائے قائم کریں اور اگر وہ ہمارے استدلال کے اسقام پر مزید شہادت پیش کریں گے تو ہم بخوشی ان پر غور کریں گے۔

## ۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت

جناب نقوی صاحب نے جس دوسری بات کا ذکر کیا ہے۔ وہ آنحضرت کی بلوغت سے قبل کفالت ہے۔ میرے خیال میں ''کفیل رسالت'' اور ''نگہبان رسالت'' تو واللہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعصمک من الناس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور نقوی صاحب نے اپنے ماحول سے متاثر ہو کر یہ کفیل رسالت کی اصطلاح اختیار کی ہے کیونکہ انہی کے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ "اگر ابو طالب نہ ہوتا تو اسلام لم یکن شیئا مذکورا کوئی قابل قدر شئے نہ ہوتا (ابو طالب مومن قریش) تاہم یہ ان کی ذاتی رائے ہے۔ اس لیے ہم کفیل رسالتؐ کی عبارت کا جائزہ لیتے ہیں۔ نقوی صاحب نے "کفیل رسالت" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے سلسلے میں اپنے مؤقف کی تائید میں بلاذری کی انصاب الاشراف اور ابن اثیر کی 'اُسد الغابہ' کے دو اقتباسات دیئے ہیں۔ میرے پاس یہ رسالہ ایک دوست کی وساطت سے آیا ہے، اس رسالہ کے ص ۲۸ سے ۳۶ تک کی نچلی آخری سطور کٹی ہوئی ہیں۔ ویسے دونوں عبارات ہم متن ہیں اس لیے میں نے اسد الغابہ کی مکمل تحریر اختیار کی ہے۔ جس کا متن ترجمہ اور اس پر ضمنی تبصرہ نقوی صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

لما حضرہ الموت جمع بنیہ فاوصاھم برسول اللّٰہ فاقترع الزبیر و ابو طالب فاخذہ الیہ وقیل بل اختارہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ سلم علی الزبیر وکان الطف عمیہ بہ وقیل اوصیٰ عبدالمطلب اباطالب وقیل بل کفلہ الزبیر حتی مات ثم کفلہ ابو طالب بعدہ وھذا غلطٌ لان الزبیر شھد حلف الفضول بعد موت عبدالمطلب ولرسول اللّٰہ یومئذٍ نیف و عشرون سنۃ واجمع العلماء انہ رسول اللّٰہ شخص مع عمہ ابی طالب الی الشام بعد موت عبدالمطلب باقل من خمس سنین فھذا یدل علی ان باطلب کفلۃ ۔ (اسد الغابہ بہ جلد اول ص ۱۵)

ترجمہ: جب عبدالمطلب پر موت وارد ہوئی بیٹوں کو جمع کیا اور رسول اللہؐ کے لیے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت کی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے لیے زبیر اور ابوطالب کے لیے قرعہ اندازی ہوئی (زبیر عبداللہ اور ابوطالب ایک ہی والدین سے سگے بھائی تھے ۔ بلاذری) قرعہ ابوطالب کے حق میں نکلا۔ پس ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کی۔ کہا گیا ہے کہ عبدالمطلب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اختیار زبیر کو دیا۔ وہ حضورؐ پر بڑے مہربان (الطف چچوں میں سب سے زیادہ مہربان مؤلف) تھے ۔ کہا گیا ہے کہ ابوطالب کو وصیت کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرمائیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے زبیر نے کفالتِ رسالت کی، پھر ابوطالب نے، لیکن یہ صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ زبیر حلف الفضول میں موجود تھے۔ اور حضورؐ کی اس وقت عمر بیس سال سے زائد تھی اور اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ حضورؐ ابوطالب کے ساتھ عبدالمطلب کی وفات سے کوئی پانچ سال بعد شام کے سفر پر گئے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کفیلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ابوطالب ہی تھے۔"

اس اقتباس پر تبصرہ کرنے سے پہلے، ترجمہ سے متعلق اس قدر کہنا ضروری ہے کہ الطف کے معنے بہت مہربان نہیں۔ سب سے زیادہ مہربان کے ہیں اور آخری فقرے میں صرف اور ہی کے الفاظ زائد ہیں۔

## اقتباس کے مندرجات پر تبصرہ:

ابن اثیر کی اس عبارت میں پانچ امور کا ذکر پایا جاتا ہے۔

1 قرعہ اندازی کے ذریعے حضورؐ کی کفالت جناب ابوطالب کے سپرد ہوئی۔

2 عبدالمطلب نے حضورﷺ کی کفالت کے لیے جناب زبیر کو منتخب کیا، کیونکہ زبیر حضورؐ سے سب بھائیوں سے زیادہ لطف و کرم سے پیش آتے تھے۔



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3 یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورﷺ کی کفالت کے لیے ابو طالب کو کہا گیا۔

4 یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے زبیر نے حضورﷺ کی کفالت کی اور ان کی وفات کے بعد ابو طالب نے کی۔ لیکن ابو طالب کی درست نہیں کیونکہ زبیر کی زندگی ہی میں حضورﷺ بالغ ہو چکے تھے اور بیس سال سے زیادہ عمر کی وجہ سے ابو طالب تو درکنار حضورﷺ زبیر کی کفالت کے بھی حاجت مند نہیں رہے تھے۔

5 چونکہ تیرہ سال کی عمر میں حضور انورﷺ جناب ابو طالب کے ہمراہ شام کی طرف تجارت کے لیے گئے تھے، اس لیے ابو طالب حضورﷺ کے کفیل تھے۔

ان مختلف اور متضاد روایات کی موجودگی کا تقاضا ہے کہ ان کا کما حقہ تجزیہ کیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے جناب نقوی صاحب کی توجہ ایک بات کی طرف دلانا بے محل نہ ہوگا۔ آپ کفیلِ رسالت میں لکھتے ہیں:۔

(عربی اقتباس کے) درمیان میں اگر زبیر کا ذکر آیا ہے تو وہ یقال یعنی کہا جاتا ہے۔ (It is said) کے تحت ہے۔ جس کی کتب حدیث میں کوئی حیثیت نہیں اس کا راوی مجہول ہوتا ہے۔'' دنیا کی کوئی زبان، کوئی کتاب، کوئی تقریر معروف کے ساتھ ساتھ مجہول فقروں سے خالی نہیں ہوتی، فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ معروف فقرے میں فاعل پر زور دیا جاتا ہے اور مجہول میں فعل کی اہمیت کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ اقبالؒ کا ایک شعر دیکھیے

گفتند جہاں ما آیا بتو می سازد   گفتم کہ نمی سازد گفتند کہ برہم زن

یہاں گفتند فعل مجہول ہے جس کا فاعل ''خدا'' ہے کیا اس فعل کے ضمن میں جو بات کہی گئی ہے۔ وہ مجہول اور غیر اہم ہے۔ ہر تحریر کے ہر ورق کی طرح قرآن نے کثرت



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے معروف ومجہول طرز بیان اختیار کیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔(۱) یقال له ابراهیم (الانبیاء) یہاں فاعل نہیں دیا گیا اس سے ابراہیمؑ کی اہمیت متاثر ہوتی ہے؟ یا کہنے والے مشکوک ہوگئے۔(۲) ثم یقال هذا الذی کنتم به تکذبون (تطفیف) یہاں کہنے والے کا ذکر نہیں تو کیا جو بات کہی گئی وہ بے وقعت ہوگئی، پھر It is said سے وہ بات بے وزن نہیں ہوجاتی جو اس کے ذیل میں کہی جاتی ہے۔ اور مثالیں لیجیے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ o (البقرۃ:۱۱) یہاں چونکہ قیل مجہول ہے لاتفسدو فی الارض کی اہمیت جاتی رہی۔ اور اس آیت میں تو یقال اور قیل دونوں ہیں۔ مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ (السجدہ:۴۳) (تمہارے بارے میں بھی کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے نبیوں کے بارے میں کہا گیا تھا) تو قیل اور یقال سے قول کی اہمیت جاتی رہی؟

## قیل دونوں کے لیے:

اس عبارت میں تو قیل کا لفظ زبیر اور ابوطالب دونوں کے لیے ہے۔ کیا دونوں کی اہمیت جاتی رہی اور اگر آپ قدرے گہری نظر سے دیکھیں گے تو ابوطالب کے مقابل زبیر کا پلڑا ہی بھاری پائیں گے۔ آیئے اب ان کے مندرجات کا جائزہ لیں۔

## پہلی روایت:

یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے ابوطالب اور زبیر کے درمیان قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ ابوطالب کے نام نکلا۔

یہ روایت بادی النظر ہی میں اس قدر کمزور، لچر اور عقل سے دور ہے کہ اسے پڑھتے ہی رد کر دینا چاہیے۔ یہ سوچنے کی کسی کو بھی توفیق نہیں ہوئی کہ آخر آنحضرتؐ کی کفالت



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے قرعہ اندازی کیوں؟ کیا کوئی مال تقسیم ہو رہا تھا۔ یہ تو ایک دُرِّ یتیم کی کفالت سے بڑھ کر زندگی کا سوال تھا جسے ابتدائی عمر میں عمدہ ماحول، فارغ البالی اور زندگی کی ہر گونہ آسائش وراحت درکار تھی، تاکہ اس کی جسمانی اور ذہنی نشوونما بے فکری سے ہو، اور وہ ان اخلاقی، فکری اور جسمانی کمزوریوں سے بچا رہے جو بالخصوص مالی پریشانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ کیا ابوطالب اپنے بڑے بھائی زبیر کے خلاف اپنے بھتیجے کی کفالت کے سلسلہ میں حق جتایا تھا۔ اور اس پر فساد کا خطرہ تھا۔ دادا قرعہ اندازی اس وقت کرتے جب دونوں دعوے دار اقتدار، مالی استعداد اور استحقاق میں برابر ہوتے اور باہم سمجھوتے پر آمادہ نہ ہوتے۔ ویسے بھی ایک معصوم بچے کی کفالت کا مسئلہ قرعہ اندازی کے ذریعے حل کرنا کہاں تک معقول اور دانشمندانہ فعل تھا۔ خاص کر جب زبیر خاندان کے قائد حضورﷺ کے سگے تایا، خوش حال تاجر اور حضورﷺ پر الطف یعنی سب سے زیادہ شفیق تھے، اور ان کے مقابل ابوطالب غریب و نادار تھے۔ اور کیا قرعہ اندازی سے حضورﷺ کو ابوطالب کے سپرد کر کے اسے تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ کیا ابوطالب نے خود پسند کر لیا کہ حضورﷺ تایا کی برکات سے محروم ہو کر چچا کی مفلسی میں شریک ہوں۔ پھر کیا دادا عبدالمطلب اس فیصلے کے بعد اطمینان سے مرے۔ یہ وہ طریق اور فیصلہ تھا جس پر حضورﷺ کے چچے، پھوپھیاں اور دادا کسی صورت بھی راضی نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے یہ روایت ہی بالبداہت غلط ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کفالت کے سلسلے میں ابوطالب کو زبیر پر کوئی ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی اور اس سلسلہ میں قرعہ اندازی کی لغویت اظہر من الشمس ہے۔

## دوسری روایت:

''جناب عبدالمطلب نے حضورﷺ کی کفالت کا اختیار جناب زبیر کو دیا جو حضورﷺ پر سب سے زیادہ مہربان تھے'' تمام امور کو سامنے رکھ کر بار بار غور کیجیے۔ اصل حقیقت یہی نظر آئے گی کہ حضورﷺ کی کفالت زبیر ہی نے کی تھی۔ عبدالمطلب چونکہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نابینا تھے اور سو سال سے زیادہ عمر کی وجہ سے کچھ کرنے سے معذور تھے۔ اس لیے ان کی زندگی ہی میں جناب زبیر نے خاندان کی قیادت اور آمنہ اور ان کے لعل بے بہا کی دیکھ بھال اور کفالت کا بوجھ اُٹھالیا۔ والدہ کی وفات کے بعد حضورﷺ اپنے تایا زبیر اور تائی عاتکہ کے پاس ہی رہنے لگے۔ عبدالمطلب کی وفات پر کفالت کی نئی وصیت کی ضرورت نہ تھی۔ جناب زبیر نے بدستور سابق اپنے پیارے بھتیجے کی نگہداشت جاری رکھی۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد تو زبیر کی شفقت کا سایہ مزید گہرا ہو گیا۔ ہر قسم کا آرام دیا۔ غربت اور ناداری کا سایہ نہ پڑنے دیا۔ حضورﷺ کا سرمایہ اپنے ساتھ کاروبار میں لگایا اور جب حضورﷺ ابھی دس سال کے تھے تو ان کے تجارتی سفر میں زبیر انہیں ساتھ لے گئے۔ اس کے بعد تجارتی سفروں میں ہمیشہ ساتھ رکھا۔ حتیٰ کہ تایا کی نگرانی میں حضورﷺ جوان ہوئے اور کاروباری تجربہ حاصل کر کے کامیاب تاجر بن گئے اور پھر آزادانہ کاروبار کرنے لگے۔ حضورﷺ کے پاس سرمایہ کہاں سے آیا؟ ابوطالب سے؟ وہ تو عمر بھر نادار رہے۔ دراصل یہ سب جناب زبیر کی حسنِ تدبیر اور محبت کا ثمر تھا اور کفالت کی یہی روایت قرین صحت، معقول اور درست معلوم ہوتی ہے۔

## تیسری روایت:

''یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو طالب کو وصیت کی کہ وہ حضورﷺ کی کفالت فرمائیں''اب یا تو پہلی قرعہ اندازی کی روایت ابو طالب کے حق میں درست ہے۔ یا اس نئی روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے، جو بقول نقوی صاحب (یقال، قیل) کہا گیا ہے کے تحت ہونے کی وجہ سے مجہول راویوں کی تخلیق ہے اور اس قابل نہیں کہ اسے اہمیت دی جائے۔ ان میں تضاد اور اختلاف کی وجہ سے بیک وقت دونوں روایات درست نہیں ہو سکتیں ویسے بھی اگر ایک واقعہ سے متعلق اس قسم کی دو روایات کسی عدالت میں پیش کی جائیں تو شہادت ساقط الاعتبار قرار پائے گی اور وکیل ہار جائے گا۔ نقوی صاحب بتائیں کہ قرعہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازی والی روایت درست ہے یا کہ ''کہا گیا ہے'' والی صحیح ہے اور کیوں؟

## چوتھی روایت:

''اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے زبیر نے کفالت کی پھر ابو طالب نے، لیکن یہ صریحاً غلط ہے۔ کیونکہ زبیر حلف الفضول میں موجود تھے اور حضور ﷺ کی اس وقت عمر بیس سال سے زائد تھی۔''

اس روایت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ کہ حضور ﷺ کی کفالت جناب زبیر اور پھر جناب ابو طالب نے کی تھی۔ دوسرا حصہ ابن اثیر (اور بلاذری) کی طرف اس بات کی تردید ہے کہ زبیر کے بعد حضور ﷺ کی کفالت، ابو طالب نے کی تھی، اور اس کی وضاحت کے لیے انہوں نے بیان کیا ہے کہ زبیر ابھی حیات تھے کہ حضور ﷺ بالغ ہو کر زبیر کی قیادت اور معیت میں ۲۰ سال سے بھی زیادہ عمر میں حلف الفضول کے عہد نامے میں شریک ہوئے اور چونکہ کفالت نابالغ ہونے کے وقت ہوتی ہے۔ اس لیے زبیر کے زیر سایہ بالغ ہو جانے کی وجہ سے ابو طالب حضور ﷺ کے کفیل نہیں ٹھہرتے۔ پس اس روایت کی رو سے بھی حضور ﷺ کی کفالت زبیر ہی نے کی، زبیر کی زندگی میں بلوغت کی وجہ سے ابو طالب کی کفالت کو غلط قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ یہ کوئی روایت نہیں بلکہ ایک واقعہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ چونکہ ۱۳ سال کی عمر میں حضورؐ ابو طالب کے ساتھ ایک تجارتی سفر میں شام کی طرف تشریف لے گئے۔ کم عمر ہونے کی صورت میں ابو طالب کی معیت اس بات کی شہادت ہے کہ حضور ﷺ ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ اس میں ایک قابل توجہ جملہ یہ ہے کہ ''اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ حضورؐ ابو طالب کے ساتھ عبد المطلب کی وفات سے کوئی پانچ سال بعد شام کے سفر پر گئے۔'' اس فقرے سے واضح ہے کہ علماء کا اجماع صرف اس بات پر ہے کہ حضور ﷺ ابو طالب شام کے سفر پر گئے۔ اس بات پر علماء کا اجماع نہیں کہ اس سفر کی بناء



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر حضورﷺ کی کفالت بھی ابوطالب نے کی، کیونکہ اگر تمام علماء ابو طالب کی کفالت پر متفق ہوئے تو پھر ان علماء میں مذکورہ بالا چاروں روایات میں اختلاف ہی کیوں ہوتا۔

## تجارتی سفر والی روایت:

قارئین یاد رہے کہ ابو طالب کی معیت میں ۱۳ سال کی عمر میں حضورﷺ کے سفرِ شام کی روایت بالکل وضعی اور ایجاد بندہ ہے۔ اول تو ابوطالب مالی لحاظ سے کبھی اس قابل نہیں ہوئے کہ پیٹ بھر کر روٹی کھا سکتے، ان کے پاس اتنا سرمایہ کہاں سے آیا کہ تجارتی قافلہ تیار کر کے شام لے جاتے۔ یہ روایت ہی کلی طور پر جعلی اور موضوع ہے، اور مجوسی، یہودی، نصرانی دشمنوں کی تخلیق ہے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں اسرائیلی نبیوں اور ان کی تعلیمات کا حال حضور اکرمﷺ نے تجارتی سفروں کے دوران ان کے علماء اور راہبوں سے سن سنا کر قرآن میں درج کر لیا ورنہ آپﷺ کے پاس وحی وغیرہ نازل نہیں ہوتی تھی۔ اور یار لوگوں نے اس بناوٹی اور خود ساختہ روایت کو ابوطالب کی کفالتِ رسالت پر شہادت قرار دے لیا۔

## علامہ شبلی نعمانیؒ کا اس روایت پر تبصرہ:

حقیقت یہ ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں حضورﷺ کا ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف تجارتی سفر ایک موضوع، خود ساختہ اور لچر افسانہ ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۸۰ پر اس روایت پر طویل بحث کر کے اس کو غلط ٹھہرایا ہے۔ موصوف کی تحریر کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ ''یہ حقیقت ناقابل اعتماد ہے کہ حضورﷺ ۱۳ سال کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لیے گئے تھے۔ اس کا پہلا راوی واقعہ کے وقت خود موجود نہ تھا۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن اور غریب لکھا ہے۔ جو صحیح حدیث کے بعد حسن سے نچلے درجے کی ہے۔ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن غزان اکثر اہل فن کے



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک غیر معتبر ہے۔ بقول علامہ ذہبی "عبدالرحمٰن منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ جن میں سے سب سے بڑھ کر منکر وہ روایت ہے جس میں بحیرا کا واقعہ موجود ہے (بحیرا وہ راہب ہے جس سے سفر شام میں حضور ﷺ کی ملاقات بیان کی گئی ہے۔ مؤلف) میں (ذہبی) بھی اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع، جھوٹا اور جعلی خیال کرتا ہوں۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کی موجودگی کا ذکر ہے، ابوبکرؓ اس وقت بچے تھے اور بلالؓ کا کہیں وجود نہ تھا۔"

سب پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد یہ حدیث ناقابل اعتبار ہے پس اس سے کوئی استدلال کرنا بے معنی ہے۔

اس کے برعکس ناسخ التاریخ اور سیرۃ الحلبیہ کی یہ مسلمہ (شیعہ سنی) روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (دس سال کی عمر میں) اپنے تایا زبیر کے ساتھ یمن کا سفر کیا اور راستے میں بہت سے معجزات دیکھنے میں آئے۔ (ناسخ التاریخ، جلد ۲، ص: ۲۶۷)

اب اگر کسی شامی روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ ۱۳ سال کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ سفر میں تھے اس لیے ان کی کفالت میں تھے تو یہ شہادت کہ حضور ﷺ دس سال کی عمر میں جناب زبیر کی معیت میں یمن کی طرف تجارتی قافلے میں گئے تھے اس بات کا اور بھی مضبوط ثبوت ہے کہ حضور ﷺ کے کفیل زبیر ہی تھے۔ خاص کر جبکہ ابوطالب کے ساتھ شام کے سفر کی روایت بے بنیاد ہے۔ اور تاریخ کی دیگر روایات احسن طریق سے جناب زبیر کی کفالت کی توثیق کرتی ہیں، مذکورہ بالا سطور میں جناب نقوی صاحب کے دو اٹھائے ہوئے مسائل پر کما حقہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ میں محترم نقوی صاحب اور دیگر قارئین کی طرف سے اس ضمن میں مزید تبصرے کو خوش آمدید کہوں گا۔ تاہم اس بات کی اُمید رکھوں گا کہ تبصرہ کرتے وقت شرافت کا دامن نہ چھوٹنے پائے اور تحریر کو دائرہ تہذیب سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ ورنہ چاند پر تھوکنے سے کچھ حاصل نہ



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## پانچ سوال اور ان کا جواب:

نقوی صاحب کے دونوں بنیادی اعتراضات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ الحمدللہ کہ ان کے اقتباسات سے ہمارے مؤقف کو مزید تقویت حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے آخر میں پانچ سوالات کیے ہیں۔ جن کے مختصر جوابات نذر قارئین ہیں۔

۱۔ عبدالمطلب کے مذہب سے متعلق جواب ابو طالب کے شرک کی وضاحت میں آ چکا ہے۔ عبدالعزیٰ اور عبد مناف کے والد کا ایمان تو ان ناموں سے عیاں ہے۔ پھر ۳۶۰ بتوں کا نگہبان و محافظ عبدالمطلب بُت شکن ابراہیمؑ کے دین پر کیسے ہو سکتا ہے؟

۲۔ آنحضرت ﷺ اکثر مشرکانہ اور طبیعت پر گراں گزرنے والے نام بدل دیا کرتے تھے۔ اگر تاریخ میں کسی مسلمان کا نام عبد مناف ملتا ہے تو اس کی موجودگی آنحضرت ﷺ کی پسند کی ضامن نہیں۔ آخر آنحضرت آخری ایام میں فوج در فوج دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے سب ناموں سے واقف نہیں تھے۔ اگر کوئی ایسا نام کسی روایت میں ہے تو میرے نزدیک وہ جعلی اور مردود ہے۔

۳۔ جو شخص مرتے وقت بھی آنحضرت ﷺ کا کلمہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور حضور ﷺ کی شفاعت کو بھی رد کر دیتا ہے۔ وہ حضور ﷺ کے دین کا دشمن ہی ہوا اور جو حضور ﷺ کے دین کا دشمن ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست کیسے ہوا اور تاریخ میں اکثر روایات ایسی ملتی ہیں کہ خود بنی ہاشم نے حضور کو دکھ دیے اور ابو طالب ٹس سے مس نہ ہوئے، کیا یہ دوستی ہے۔

۴۔ عبدالمطلب کے بعد سقایہ زبیر کے سپرد ہوا ان کی وفات پر ابو طالب کو ملا مگر انہوں نے یہ منصب حضرت عباس کے ہاتھ بیچ دیا اور پھر یہ شرف



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عباس ہی کو حاصل رہا۔

۵۔ کسی مسئلے پر صدیوں پر پھیلی ہوئی متفقہ متواتر روایت دنیا کے لیے حجت نہیں ہو جاتی، صدیوں سے مسیحی دنیا، مسیح کی الوہیت پر ہزار ہا کتابیں لکھ رہی ہے۔ یہودیوں نے ان کی تردید میں لاکھوں کتابیں لکھی ہیں۔ دشمنانِ اسلام اپنے مؤقف کی تائید میں صدیوں سے مخالفانہ کتابیں لکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ تواتر کسی ایک مسلک کی صداقت اور مخالف کے کذب کی علامت نہیں ہے۔ مذہبی دنیا میں ایک تو لوگ روایت کو عقیدہ سمجھ کر اس کی صحت پر غور نہیں کرتے اور یکے بعد دیگرے غلط روایت کو بھی جزو دین سمجھ لیتے ہیں اور ابن الوقت طرز کے علماء عوام الناس کے خوف سے اپنی جان، عزت اور غلط شہرت کی خاطر جان بوجھ کر حق گوئی سے بچتے ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ ہر قصے کو قرآن وسنت اور شواہد کی روشنی میں پرکھا جائے ورنہ تو بقول اقبالؒ:۔

یہ اُمت روایات میں کھو گئی　　حقیقت خرافات میں کھو گئی

☆.....☆.....☆



محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

# جناب زبیر بن عبدالمطلب کی لوری

محمد، میرے بھائی عبداللہ کی نشانی خوب عیش و آرام سے جیئے

اس کے عیش و آرام، حکومت اور مالِ غنیمت میں کمی نہ آئے

سب چچوں سے بے نیاز ہو۔ اتنا جیئے کہ بوڑھا ہو جائے

(بحوالہ کتاب المنمق)

تحریر: غلام نبی مسلم ایم اے

شعبہ نشر و اشاعت، الاحباب لاہور ڈویژن

ادارہ نداء العرفات

ملنے کا پتہ: مسجد شہداء مال روڈ لاہور